فرائض مادری

از

علیا جناب میمونہ سلطانہ شاہ بانو صاحبہ

(بیگم صاحبہ نواب زادہ میجر حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر

بی۔ اے (علیگ)

مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخان صوفی
چھاپی گئی

فہرست مضامین

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ مترجمہ

یہ رسالہ مختلف کتابوں کے خاص خاص مضامین کا ترجمہ ہے -
جسکو میں فرائض مادری کے نام سے شایع کرتی ہوں اس میں بچوں کی
ابتدائی تعلیم و تربیت اور حفظِ صحت کے متعلق والدین خصوصًا ماؤں کو
نہایت بیش قیمت ہدایتیں کی گئی ہیں - اگرچہ ان مضامین میں انگلستان
کی ماؤں کو مخاطب کیا گیا ہے - اور اس تربیت و تعلیم کی بحث میں وہیں
کے طرزِ تمدن و معاشرت اور نظامِ تعلیم کو ملحوظ رکھا گیا ہے خصوصًا
مدارس کی بحث میں وہی مدارس پیشِ نظر ہیں - جو انگلستان میں قائم ہیں
اس لیے ہمارے ملک کے مدرسوں کے متعلق یہ بحث بہ ظاہر ایک

غیر متعلق ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے پڑھنے اور اس پر غور کرنے سے بہت کچھ بصیرت حاصل ہو سکتی ہے اور بہت کچھ فوائد پہونچ سکتے ہیں

یہ تمام مضامین نہایت مفید اور بیش قیمت ہدایتوں کا خزانہ ہیں۔ ہر معمولی تعلیم یافتہ ماں بھی ان سے فائدہ اُٹھا سکتی ہے اور وہ بڑی حد تک انگلستان اور ہندوستان کی حالتوں میں مشارکت رکھتے ہیں۔

ہماری تعلیم یافتہ بہنوں کے فرائضِ مادری میں یہ سب سے بڑا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور صحت میں ان تمام اعلیٰ اصول کو ملحوظ رکھیں۔ جن پر ان کے لختِ جگر اور نورِ نظر کی آیندہ زندگی کی خوشی اور بہبودی منحصر ہے۔

ایک حدیث ہے کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اس کو نصرانی یہودی اور مجوسی بنا لیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں باپ کو بچوں کی تربیت میں کتنا دخل ہے حتیٰ کہ ان

کے مسلم اور غیر مسلم ہونے کا بار بھی فطرت نے اُن کے ذمہ ڈال دیا ہے۔
پس ہماری تعلیم یافتہ بہنوں کو اپنا فرض یہی نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ خوشی،
ناخوشی، لاڈ، پیار، غم و رنج، راحت و آرام اور مصیبت و تکلیف سے
جس طرح ممکن ہو بچوں کو پال لیں اور اُن کو بڑا کر دیں۔ اور جب وہ بڑے
ہو جائیں تو سرکاری مدارس میں داخل کر دیں اور بے فکر ہو جائیں۔ بلکہ پہلا
مدرسہ تو ان کی ہی آغوشِ مادری ہی ہے صحیح اور اصل تعلیم تو اسی میں ہو سکتی ہے
اس میں تو شک نہیں کہ تعلیم کا جو نظام ہندوستان میں قائم ہے اور
جس کے ماتحت بچوں کو اپنی تعلیمی زندگی رکھنی پڑتی ہے اس کے لحاظ
سے ہندوستانی مائیں تعلیم میں بہت کم دخل دے سکتی ہیں لیکن وہ ابتدائی
تعلیم اور تربیت میں قطعی آزاد اور خود مختار ہیں۔ اور اسکول میں داخل ہونے
کے بعد بھی وہ بچوں کے اخلاق اور اُن کی صحت کی نگرانی اچھی طرح کر سکتی
ہیں۔ اور بھی عام اصول اس رسالہ میں بتائے گئے ہیں۔

اس رسالے میں مطالعہ فطرت پر بہت زور دیا گیا ہے لیکن چونکہ پردہ کے باعث ہندوستانی مائیں میدانوں، جنگلوں، پہاڑوں، دریاؤں اور غرض گھر سے باہر نہ تو خود قدرت کا نظارہ کر سکتی ہیں۔ اور نہ وہ ایسے نظاروں سے اپنے بچوں کو کوئی فائدہ پہونچا سکتی ہیں۔ اسلئے یہ فرض باپ کے ذمہ عائد ہونا چاہیئے اس کے علاوہ کنڈرگارٹن کے چھوٹے چھوٹے اسکول قصبوں اور شہروں میں کھولے جائیں۔ حال میں مدراس گورنمنٹ نے اس کی جانب توجہ کی ہے۔ اگر یہ ہندوستان کی عام اور متحدہ خواہش ہوا ور ہندوستانی اس کی طرف توجہ کریں تو گورنمنٹ ضرور توجہ کرے گی اور امداد دے گی۔

اسباق الاشیاء کے لیئے صرف قوم کے تعلیم یافتہ اصحاب کو بہت تھوڑی توجہ اور محنت کی ضرورت ہے۔ انگریزی میں کثرت سے اس قسم کی کتابیں ملتی ہیں اور بنی ہوئی چیزیں دستیاب ہوتی ہیں اگر ان کتابوں کو اپنی مادری زبان میں اپنے مناسب حال ترجمہ کر کے بنایا جائے جسمیں

بہت تھوڑی محنت درکار ہے اور اُن چیزوں کو خود ہندوستان میں تیار کرایا جائے جو بہت تھوڑے صرفہ سے تیار ہو سکتی ہیں۔ تو اسباق الاشیاء کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ بچوں کی ابتدائی تربیت و تعلیم میں درحقیقت اسباق الاشیاء کو بہت دخل ہے۔ اور اگر کوئی ماں بغیر کسی صرف و محنت کے بھی اس کے فوائد کا تجربہ کرنا چاہے تو آسانی کے ساتھ گھر کی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے تجربہ کر سکتی ہے۔

مدارس اور ایام طالب علمی کے خطرات کا حصہ بہت غور طلب ہے۔ جس میں بورڈنگ ہوس کا انتخاب بھی شامل ہے۔ لیکن ہندوستان میں ان احتیاطوں کے عمل میں لانے کا بہت کم موقع حاصل ہے۔ تاہم ہائی اسکولوں کے ساتھ اکثر جگہ بورڈنگ ہاؤس ہیں۔ اور ان احتیاطوں کے متعلق باپ چھان بین کر سکتا ہے۔

بچوں کو ۱۳ برس کی عمر تک بورڈنگ ہاؤس میں داخل نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس طرح بچے ماں باپ کی تربیت و تعلیم اور نگرانی سے

محروم رہ جاتے ہیں۔ لیکن اگر اس عمر کے بعد استطاعت ہو اور ضرورت سمجھی جائے تو بورڈنگ ہاؤس میں داخل کر دینا چاہیئے اور اس داخلہ کے وقت بھی یہ لحاظ رکھا جائے کہ جب اپنے شہر میں بورڈنگ ہاؤس موجود ہو تو اسی میں داخل کیا جائے کیونکہ اطلاعات حاصل کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

وطن سے دور دراز کے مدارس میں بھی جہانتک ممکن ہو بچوں کو نہ بھیجنا چاہیئے۔ کیونکہ وہاں سے نہ کافی اطلاعات حاصل ہو سکتی ہیں اور نہ اس وقت تک ہندوستان میں کوئی ایسا بورڈنگ ہاؤس ہے جس پر پورا اطمینان کیا جا سکے۔

بعض خاندانوں کا یہ حوصلہ ہوتا ہے کہ وہ ابتدا ہی سے اپنے بچوں کو تعلیم کے لیئے یورپ بھیجنا چاہتے ہیں اور کسی کسی نے اس حوصلہ کو پورا بھی کیا ہے۔ لیکن بڑے بڑے صائب الرائے اشخاص اور خصوصاً ہماری حضور سرکار عالیہ دام اقبالہا اس کے بالکل مخالف ہیں

کیونکہ وہاں کا قیام اول تو اس عرصہ میں کچھ مفید نہیں اور اگر مفید بھی
ہو تو قومیت اور مذہب سے بیگانہ کر دیتا ہے۔ لیکن اگر گھر میں [illegible]
عمدہ تربیت میسر نہ ہو سکے تو پھر یہی اولیٰ ہے کہ بچوں کو مقامی بورڈنگ
ہاؤس میں داخل کر دیا جائے۔ کیونکہ وہاں عادات و اطوار اور اخلاق
میں کچھ نہ کچھ بہتری ضرور رونما ہوتی ہے اس تدبیر کا تجربہ بھوپال میں
حضور سرکار عالیہ نے اپنے خاندان و عمائدین کے بعض بچوں پر کیا ہے
اور وہ کامیاب ہوا ہے۔

لڑکیوں کو بورڈنگ ہاؤس میں بھیجنے کا مسئلہ بہت نازک ہے
ان کے لیے تو یہی انسب ہے کہ اپنے گھر میں تربیت کی جائے البتہ اگر
قابلِ اطمینان مدارس ہوں تو ان میں تعلیم کے لیے ضرور بھیجا جائے
مگر وہ مدارس بھی اپنے شہر اور حتی الامکان اپنے محلہ میں ہوں۔ ایسے
مدارس میں پردہ اور لڑکیوں کی درستی اخلاق اور حفاظت کے
انتظام اور معلمات کے متعلق اطمینان کر لینا چاہیئے۔

ہندوؤں میں بمقابلہ مسلمانوں کے زیادہ تعداد میں ایسے مدارس ہیں جن کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں بہت ہی کم ہیں۔ ان بورڈنگ ہاؤسوں سے صرف مقامی ہی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے یا زیادہ سے زیادہ بہت ہی قریب کے شہروں کو۔ لیکن درحقیقت یہ انتظام ابھی دقت طلب ہے۔ علاوہ بریں مسلمانوں کی مالی حالت اس امر کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ دور دراز مقامات میں اپنی لڑکیوں کے تعلیمی مصارف برداشت کر سکیں۔ چنانچہ باوجود پورے انتظام اور کافی شہرت کے علی گڈھ کے گرلس اسکول میں ۱۸، ۲۰ لڑکیوں سے زیادہ تعداد نہیں بڑھی حالانکہ ۵۰ لڑکیوں کے لیے بورڈنگ ہاؤس میں جگہ ہے اور ایک دوسرا بورڈنگ ہاؤس بننے والا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اگر اچھے اور قابلِ اعتماد بورڈنگ ہاؤس ہوں اور مالی حالت اجازت دے تو لڑکیوں کو بھی وہاں کی زندگی

سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دینا چاہیئے اور خصوصاً جبکہ گھروں میں حفظانِ صحت کے اصول پر عملدرآمد نہ ہوسکے اور تربیت ناقص رہے اس نقص کے مٹانے اور کمی کو پورا کرنے کے خیال سے بھوپال میں حضور سرکار عالیہ نے سلطانیہ اسکول کے ساتھ ایک بورڈنگ ہاؤس بھی جاری کیا ہے اور اس کی نگرانی کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔ اس میں جو لڑکیاں رہتی ہیں ان کی حالت اُن لڑکیوں کے مقابلہ میں جو ڈے اسکالر ہیں یعنی صرف اوقات معینہ میں مدرسہ آتی ہیں نمایاں فرق نظر آنے لگا ہے۔

حضور ممدوحہ نے ایک دوسرا اسکول (۷) سال سے بالکل رزیڈنشیل سسٹم پر یعنی جس میں تمام طالبات کو بورڈنگ ہاؤس میں رہنا لازمی ہے۔ سکندری اسکول کے نام سے خاندان و متوسلین خاص کی لڑکیوں کے لیئے احاطۂ قصر سلطانی میں قایم کیا ہے اور بہ نفس نفیس اس کی نگراں ہیں اور مجھے بھی ہر وقت ان لڑکیوں کی حالت دیکھنے کا موقع

ملتا رہتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ہر لحاظ سے بہت ہی مفید ثابت ہو رہا ہے۔ مگر ہر جگہ ایسے اصول و انتظام کے ساتھ بورڈنگ اسکول کا قائم ہونا بہت ہی مشکل ہے اور اگر ہوں تو دراصل وہ بہت فائدہ پہونچا سکتے ہیں۔

اس رسالے میں لباس اور طرزِ معاشرت اور ضروری اصول صحت پر بھی ایک حصہ میں بحث کی گئی ہے۔ اس میں اکثر اصول ایسے ہیں کہ وہ جس طرح یورپ میں مفید اور قابل عمل ہیں۔ اُسی طرح ہندوستان میں بھی۔ البتہ بعض جزئیات میں اختلاف ہے یا ترمیم کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ہر تعلیم یافتہ اور غور کرنے والی ماں اور خاصکر باپ بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں غذا کا مسئلہ بہت احتیاط طلب ہے اور سب سے مقدم امر یہ ہے کہ اوقاتِ غذا معین ہوں اور ٹھیک ان ہی اوقات پر کھانا ملے۔ پھر غذا زود ہضم اور خون صالح پیدا کرنے والی ہو۔ بعض اوقات بچے اتنا زیادہ کھانا یا کوئی اور

چیز کھا لیتے ہیں کہ وقت پر ہضم نہیں ہوتی اور وہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس میں بچے اتنے قصوروار نہیں ہوتے جتنی کہ مائیں۔

عموماً گھروں میں حقہ اور پان کا رواج ہے اور بچے جب بڑوں کو ان کا استعمال کرتے دیکھتے ہیں تو ان میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ خیر پان تو بشرطیکہ زیادتی اور کثرت کے ساتھ نہ ہو اتنا مضر نہیں ہوتا البتہ حقہ اور تما کو کا استعمال بہت ہی نقصان رساں ہے۔

دانتوں کی صفائی کے لیے بھی بہت زور دیا گیا ہے اور بے شک دانتوں کی خرابی بہت سی بیماریوں کا باعث ہوتی ہے اور معدہ پر ہمیشہ اس کا خراب اثر ہوتا ہے خصوصاً مسوڑھوں میں جب بادی خون پیدا ہونے لگتا ہے تو وہ صحت کے لیے پورا خطرہ ہے۔ اس خرابی سے محفوظ رہنے کے لیے یونانی منجن بہت ہی اچھے ہوتے ہیں جس کا شروع سے استعمال کرایا جائے اور سب سے بہتر تدبیر مسواک کی عادت ہے جو مسنون ہے اس سے دانت مع یخیں ما مسوڑے سب صاف

ہو جاتے ہیں اور سنت نبوی بھی جو محض اسی حکمت پر مبنی ہے اور
ہو جاتی ہے۔ موںھہ اور دانتوں کی عدم صفائی نہ صرف اپنے لیئے
تکلیف دہ ہوتی ہے بلکہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی تکلیف پہونچاتی ہے
بچوں کی ضروریات میں لباس ماؤں کے لیئے ایک دلچسپ اور
فرحت بخش ضرور ہے۔ ماؤں کا دل بچوں کو اچھے اچھے لباس میں
دیکھکر باغ باغ ہو جاتا ہے لیکن جس طرح کہ یہ زیبائش و آرائش کی شئے
ہے اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ اس پر صحت کا دار و مدار ہے اس لیئے
ہمیشہ خیال رکھا جائے کہ بچوں کو موسم کے مناسب لباس پہنایا جائے کہ
وہ سردی و گرمی کے اثرات سے محفوظ رہیں اور اس میں کامل طور پر
ستر رہے خواہ قیمتی نہ ہو لیکن خوشنما اور سادہ ہو۔

بعض خاندانوں میں جو جدید فیشن کا رواج ہو رہا ہے اس سے
احتراز رکھا جائے اور لڑکیوں کو کسی صورت میں کارسٹ تو ہرگز نہ پہنانا
چاہیئے کیوں کہ خود یورپ کے ڈاکٹر اس کی مضرتوں کو محسوس

کر رہے ہیں۔

اس جدید لباس میں اونچی ایڑی کا جوتہ زیادہ رائج ہوتا جاتا ہے میں نے دیکھا ہے اور ہر خاتون خود غور کر کے دیکھ سکتی ہے کہ نہ صرف اونچی ایڑی کے بلکہ انگریزی جوتے بھی پاؤں کو بدصورت بنا دیتے ہیں۔ اور اُس کے تناسب اور اعصاب اور رگوں کو نقصان پہونچاتے ہیں۔

نعل دار جوتہ پہننا عورتوں کو شرعاً بھی ممنوع ہے کیونکہ اس میں آواز نکلتی ہے۔ پس اس لحاظ سے ایسے جوتے جس میں کھٹ کھٹ ہو اور چرمر بولیں وہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ غسل، سر کے دھونے، ہاتھ پانوں کے پھٹنے سے حفاظت، سونے اور سانس لینے کے متعلق بھی ہدایتیں ہیں۔ بادی النظر میں یہ باتیں معمولی اور سرسری ہیں لیکن ان کو دراصل بچوں کی صحت اور نشو ونما میں بڑا دخل ہے جس کا اثر آئندہ جوانی اور بڑھاپے تک رہتا ہے۔ اس لیے ان ہدایت پر معمولی نہیں بلکہ

کافی توجہ کرنی چاہیئے۔ اور تفصیلات میں ملک وموسم کے لحاظ سے اُن پر عمل کرنا چاہیئے۔

اس قسم کی مفصل ہدایتیں حضور سرکار عالیہ دام اقبالہا نے اپنی تصنیفات وتالیفات بچوں کی پرورش اور کتاب خانہ داری کے حصہ دوم حفظ صحت اور حصہ سوم معیشت ومعاشرت میں مشرح طور پر تحریر فرمائی ہیں اور ان پر کافی بحث کی ہے جن سے ان امور میں کامل رہبری ہوتی ہے۔

لڑکیوں کے مناسب علم وفن سیکھنے کا مسئلہ بھی بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہے ہمارے یہاں لڑکیوں کو اس وقت تک مدارس میں جو صنعت سکھائی جاتی ہے۔ اس سے خانہ داری کی زندگی یا حالت بیوگی یا محتاجی میں فائدہ اُٹھانے کا خیال بہت ہی کم رکھا گیا ہے ہماری قومی حالت کا یہ اقتضا ہے کہ ہماری لڑکیوں کو جو کچھ صنعتی تعلیم ہو وہ اس

نقطہ نظر سے دی جائے کہ وہ گھر میں اس سے اپنے اخراجات میں
میں کفایت کرسکیں یا جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو وہ ان کی
دستگیری کا باعث ہو۔ ان ہی اصول کو حضور سرکار عالیہ دام اقبالہانے
بھوپال میں دو زنانہ مدرسوں بلقیسیہ اسکول اور وکٹوریہ اسکول میں
ملحوظ رکھا ہے۔

آخر میں مذہبی تعلیم کے متعلق بھی مجھے اپنی بہنوں سے بہت کچھ کہنے
کی ضرورت ہے۔ لیکن وہ مضمون ایک مکمل کتاب کا محتاج ہے۔
اس رسالہ میں چند اصولی باتیں بیان کی گئی ہیں جن پر ہر مذہب اور
ملت کا آدمی غور کرسکتا ہے۔ لیکن میں مخصوص مسلمان بہنوں کو اس
بات پر توجہ دلاتی ہوں کہ وہ مذہبی تعلیم کی کامل ذمہ داری خدا اور رسول
اور دنیا کے سامنے اپنے ذمہ تصور کریں۔ بچوں کو مدرسہ میں داخل
ہونے سے پہلے اس عمر سے جب کہ وہ اچھی طرح بولنا سیکھ جائیں تو

اول اول قرآن مجید کی چند سورتیں اور التحیات و درود اور مختصر دعائیں زبانی یاد کرائی جائیں اور دعائیں یاد کراتے وقت اُن کا مطلب بھی ساتھ ساتھ ذہن نشین کر دیا جایا کرے پھر ان کو مسلسل طور پر قرآن مجید ناظرہ پڑھائیں اور اُردو قابلیت کے تناسب سے ضروری مسائل کی دو ایک چھوٹی چھوٹی کتابیں بھی خود پڑھائیں۔ اتنی تعلیم کے بعد اسلام کی ابتدائی تاریخ کو ضرور پڑھا دیا جائے۔ اور مقامات مقدسہ کی عظمت اُن کے ذہن نشین کی جائے۔ کہانیوں کی طرح مشاہیر قوم کے قصے سنائے جائیں۔ اور خصوصاً آنحضرت صلعم کے حالات و اخلاق کے واقعات بیان کیے جائیں اور آپ کا وقار اور ادب ذہن نشین کیا جائے۔ چھوٹے بچوں کو اذان، نماز، جماعت، مسجد اور شعائر مذہبی کا احترام سکھایا جائے بچوں کو قوم کے اُن مشہور آدمیوں کے حالات سنائے جائیں اور پڑھنے کے لیئے وہ کتابیں، مضامین اور رسالے دیئے جائیں۔ جن میں ان کا تذکرہ ہو۔ خصوصاً ایسے اشخاص کے

حالات جو چھوٹے درجے سے ایمانداری اور قابلیت کے ساتھ بڑے درجے پر پہونچے ہیں۔ مدرسہ جانے والوں بچوں کے لئے ایسی کتابوں کے مطالعہ کا بہترین زمانہ ایام تعطیل ہیں۔

قومی و مذہبی جذبات کے ابھارنے کے لیے قومی نظمیں یاد کرائی جائیں اور ایسی نظموں کے یاد کرنے اور کتابوں کے ختم کرنے پر ان کو ابتدا میں کوئی تحفہ یا انعام دیا جائے اس طرح ان کو اپنی مادری بانیں قابلیت بھی حاصل ہوگی۔ یہ سب باتیں گھر پر اس لیے ضروری ہیں کہ عموماً مدارس میں مذہب کی مطلق تعلیم بھی نہیں ہوتی اور مدرسہ کا مقررہ کام بجائے خود ان کے لئے اس قدر زیادہ ہوجاتا ہے کہ ان کو پھر اس تعلیم کی فرصت ہی نہیں ملتی اور پھر جوں جوں تعلیم کا سلسلہ ترقی پذیر ہوتا جاتا ہے وہ عدیم الفرصت ہوتے جاتے ہیں۔ اور کوئی موقع مذہب کی معمولی تعلیم کا بھی باقی نہیں رہتا۔ لڑکیوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں تو مذہبی تعلیم بمنزلہ روح کی ہے

اگر یہ روح نہ ہو تو پھر کوئی ہستی باقی نہیں رہتی۔

اس مختصر بحث کے بعد میں مکرر ایسی کتابوں کے مطالعہ کے لیے اپنی بہنوں سے سفارش کرتی ہوں۔ یہ صحیح ہے کہ ہماری زبان میں ایسا مواد بہت ہی کم ہے جو فرایض مادری کی رہنمائی کے لیے کافی ہو۔ لیکن اس مشہور مقولہ کے مطابق کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے اگر مصنفین اور مولفین کو معلوم ہو جائے کہ ماؤں کو ایسی کتابوں کی ضرورت ہے تو بہت جلد ایسا لٹریچر مرتب ہو جائے گا۔ مناسب تو یہ تھا کہ اس قسم کی کتابیں ہماری قوم کے ماہران تعلیم اپنی قومی اور ملکی ضروریات اور اپنے تمدن و معاشرت کے حالات کو پیش نظر رکھ کر تصنیف و تالیف کرتے۔ اور خدا ہی جانتا ہے کہ وہ دن کب آئے گا کہ ایسے قابل اصحاب اس طرف توجہ کریں گے۔

تاہم اس قسم کی کتابوں کے ترجموں سے کچھ نہ کچھ ایسی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں۔

میں علیا حضرت کی بے انتہا شکر گزار ہوں کہ حضور ممدوحہ نے
اپنی اس شفقت و قومی ہمدردی کے لحاظ سے جو مشہور روزگار ہے
اس کتاب کے ترجمے کا مجھے حکم دیا اور پھر اس پر نظر ثانی فرمائی۔
خداوند کریم حضور عالیہ کا ظلِ مکرمت ہماری قوم اور ہماری صنف کے
سروں پر قایم رکھے۔

قصر سلطانی۔ بھوپال } میمونہ سلطان شاہ بانو
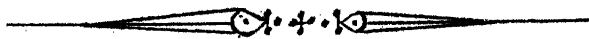
فرائض مادری

ابتدائی تعلیم

بچے کے لئے زندگی خود ایک سبق ہے وہ اس قدر جُستجو
ہوتا ہے کہ اُس کی متجسّس آنکھین اور مستعد ہاتھ اُس کے گرد و
پیش کی چیز کو تحقیق کئے بغیر نہین چھوڑتے اُس کے لئے ہر ایک چیز
نئی اور انوکھی ہوتی ہے اور ہر ایک چیز کے اثر سے اُس کے دماغ
مین نئے نئے خیالات پیدا ہوتے ہین۔ اُس کی نقل کرنے کی طاقت
تجربہ کرنے کی خواہش اور قوتِ متخیلہ اتنی قوی ہوتی ہین کہ وہ خود
ہر ایک شے کے متعلق سوچتا اور راے قائم کرتا اور وہ اپنی انھین طاقتونکو اپنے آس
پاس کی تمام چیزون کے سمجھنے مین استعمال کرتا ہے اور اس استعمال
سے اُس کی ان طاقتون مین ترقی ہوتی ہے کیون کہ دنیا کا قانون
یھی ہے کہ نمو کثرتِ استعمال پر موقوف ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہم کو بھی بچے کی ابتدائی تعلیم مین بڑا
حصہ لینا ہوتا ہے اور اس کے لیئے یہ امر ضروری ہے کہ ہم تعلیم کا
صحیح مفہوم سمجھین، بچے کی عقل اُس کی ضروریات اور اُس کے ذرائع
نمو کو جان لین اور یہ سمجھ لین کہ اُس پر کس قسم کے اثرات ڈالنے چاہین
اور کھیل کے ذریعہ سے کیا کیا کام لیئے جا سکتے ہین۔ اس کے لیئے
سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہم کو چیزون پر بچون کے نقطۂ
خیال سے غور کرنا چاہیئے عمدہ، دل چسپ اور سبق آموز قصون کے
کہنے کا بھی راز یہی ہے۔ بعضون مین یہ طاقت نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔
لیکن غالباً ہم مین سے اکثر شروع شروع مین اس بات کو نہایت
مشکل پائین گے کہ پوری محویت کے ساتھ بچون کے کھیل مین شریک
ہون اور اُس سے حظ حاصل کرین اس لیئے بعض لوگون کو یہ
زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے کہ بچے کو کسی معتبر انّا کے سپرد کردین
اور جب ذرا بڑا ہو جائے تو ابتدائی مدرسہ مین بھیجدین بہ نسبت اس کے

کہ وہ خود اُس کی ابتدائی تعلیم مین حصہ لینے کی کوشش کرین لیکن اس صورت مین بچے کا نقصان خاص کر چوتھے سال سے ساتوین سال تک بے حد ہوتا ہے۔

تعلیم کا اصلی مطلب یہ ہے کہ بچہ خود اپنی سمجھ سے بات نکالے۔ فروبل موجدِ کنڈر گارٹن کے طریقۂ تعلیم کا اصلی اصول یہی ہے اور اس کا لحاظ بچہ کی ابتدائی تعلیم ہی مین نہین بلکہ بچپن کے تمام زمانہ تعلیم مین رکھنا ضروری ہے۔

فروبل کے اصول کے مطابق تعلیم سے ہمارا مدعا یہ نہ ہونا چاہیئے کہ ہم بچے کو کچھ سکھاوین بلکہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہم اُسی سے باتین نکلواوین اُس کی قوتون کو ترقی دین، اُس کی تجسس کی طاقت، اُس کی غور کرنے کی عادت، اُس کی قوتِ خیال اور سب سے زیادہ اُس کی دلچسپی کو قائم رکھین تاکہ اُس کو معلومات حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جائے یہ ٹھیک نہین کہ محض دوسرون کا جمع کیا ہوا علم اُسے

دے دیا جائے اور اُس کے حافظہ کو متفرق واقعات سے بھر دیا جائے
بچے کی دماغی واخلاقی تربیت کے لیئے فرویل نے یہ طریقہ
اختیار کیا ہے کہ بچے کے آس پاس ایسی چیزین مہیا کر دی جائین
جو صرف نامناسب اثرات ہی کو نہ روکین بلکہ اُن کے ذریعہ سے بچے
کو خود اپنی قوتون کے استعمال سے یہ سمجھنے کا موقع ملے کہ حقیقت مین
دنیا کی ہر ایک چیز خوب صورت اور دل کش ہے اور یہ کہ یہ چیزین اُس
کے مناسب ہین اور دیگر تمام اشیاء کی طرح ہر ایک چیز اُس کے لیئے
بھی مفید اور موزون ہے اور ہر ایک قانون قدرت کی مصلحت پر
مبنی ہے اور اصلی خوشی محنت و ہمدردی کا نتیجہ ہے اس لئے فرویل
نے بچون کا ایک باغ بنانا چاہا جس مین ایک بچہ نہین بلکہ بہت سے
بچے اپنے اور خدا کے اور قدرت کے قانون کے مطابق نشوونما
پائین اور وہ سب کچھ کھیل کے ذریعے سے سیکھین ہر ایک گھوارہ،
کنڈر گارٹن کا ایک مدرسہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہی زندگی کی سب سے

پہلی اور سب سے بڑی تعلیم گاہ ہے اور ہر ایک ماں جو فروبل کے
مقاصد سمجھے اور اُن پر عمل کرنے کی قابلیت رکھتی ہو وہ اپنے بچون کے
لیئے سب سے بہتر معلمہ ہے۔ کیون کہ وہ اپنے بچہ کی طبیعت کو اچھی
طرح سمجھتی ہے اور کنڈرگارٹن طرز تعلیم مین ذاتی کامیابی کے اثر کا سب
سے بڑا جزو ہے۔

بچہ کی فطرت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نہایت خوش اور بشاش رہے
اس لیئے اگر وہ تندرست ہو تو پھر خواہ وہ دنیا مین کیسے ہی ناموافق
ناخوشگوار حالات مین کیون نہ آیا ہو پھر بھی ایک بڑی حد تک خوش
رہتا ہے اگرچہ اُس قدر نہین جتنا اُس حالت مین جبکہ اُس کی تمام
مطلوبہ چیزین اُس کے سامنے موجود ہون اپنی ناقابلیت کا کچھ خیال
اُس کو ابھی تک نہین ستاتا اور یقیناً اگر بچپن نہ ہوتا تو ہم کو دنیا سے
کبھی اتنی محبت نہ ہوتی۔ یہ زمانہ زندگی کا زرین زمانہ ہے اور وہ لوگ
جو بچون کو چاہتے ہین یا جو محبت کے قدردان ہین وہ جانتے ہین کہ

دنیا مین اس سے بڑھ کر کوئی مسرت نہین ہو سکتی کہ بچون کی خوشی مین کچھ
اضافہ کیا جائے اور اُن کی صبح زندگی کو زیادہ مبارک اور نورانی کیا جائے
اور اگر کسی وقت لوگون کو یہ معلوم نہ ہو تو کم سے کم عید پر اس کا تجربہ ہوتا ہی
بچے کی سب سے بڑی ضرورتین یہ ہین کہ اول تو وہ تندرست
اور صحیح المزاج رہے تاکہ وہ اپنی زندگی کا حظ اُٹھا سکے اور اُن تمام
چیزون سے مستفید ہو سکے۔ جو اُس کے ان ابتدائی اور عجیب غریب
سالون مین ہوتی ہین اور دوسرے یہ کہ اُس کی مان ایسی ہو جو
حقیقت مین اُسے ایسی تربیت دے سکے جو اُسے خدا اور انسان
اور قدرت کے ساتھ ہم نوا کر سکے اور جو اُس کے تمام حقوق ادا کر سکے
بچے کے ذرائع تربیت اُس کے حواس ظاہری اور اُس کا طبعی
چلبلا پن ہے اور ہم کو ذیل کے قاعدے کے مطابق گھر مین اور
خاص کر باہر اُن کی نشو و نما کا ہر ایک موقعہ اپنی نگرانی مین رکھنا
چاہیئے تاکہ اُس کی معائنہ کی عادت اور اظہار مطلب کی طاقت مین

ترقی ہو کیون کہ ان ہی کے ذریعے سے وہ اپنے آپ کو اور اپنے آس پاس
کی چیزون کو جانتا اور سمجھتا ہے۔ اُس کی حیرت اور تجسس کا شوق
بھی اُس کی تعلیم مین بہت مدد دیتی ہے اور ہم کو چاہیئے کہ جہان تک ہوسکے
اُسے اُس چیز کا صحیح نام اور ٹھیک تلفظ اور اُس کا مطلب بتا دین تاکہ
اوسکا شوق دریافت پورا ہو جائے اور اُس کی بچپن کی توتلی اور بھولی بھالی
باتون کی ہمت افزائی کی جائے جھڑک کر روکا نہ جائے کیون کہ اگرچہ
دوسرے سال مین اس کی گفتگو زیادہ تر محض اپنی قوت گویائی کے
اظہار کے لیئے ہے جیسے کوئی پرندہ چہکتا ہے لیکن اس وقت بھی وہ مزید
معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے اور چند دن کے بعد تو ہر ایک بات
کی کنہ پوچھتا ہے۔

جو اثرات بچے کی تعلیم کے لیئے استعمال کرنے چاہین اُن مین
سب سے پہلے سلسلہ محبت ہے جس سے اُس کو ہر وقت اور ہر گھڑی
ایک سبق حاصل ہوتا ہے اور ایک غیر متغیر قانون اور انتظام کا

احساس پیدا ہوگا جو اُس کی زندگی پر حاوی ہے اور جس سے اُس کو ایک عجیب قسم کا آرام و اطمینان حاصل ہوگا۔ اور وہ اپنے آپ کو اُس کے مطابق بنانے کی کوشش کرے گا اور دیکھے گا کہ تمام دنیا مین وہی قانون جاری ہے۔

خوبصورتی کا احساس جو اُس کے گھر مین اور گھر کے باہر جس سے اُس کو صورت اور رنگ اور بو، اور آواز کے حُسن کے سمجھنے کی عادت ہو بچے کو ہمیشہ رنگین تصویرین پسند ہوتی ہین اور موسیقی کے نغمون سے اُس کو راحت ہوتی ہے جیسے وہ لوریان جو بچون کو سُلانے کے لئے تاریخی زمانے کے پہلے سے چلی آتی ہین یا ایسے ترانے جو اُس کی طبعی مسرت اور خوشی کو بڑھا دیتے ہین اور اپنی اور دوسرون کی زندگی کے باہمی تعلق ہمدردی کا احساس جو معاشرت اور تمدن کی بنیاد دین ہین اور جو گہوارہ مین اور خاص کر کھیلون مین محسوس ہوتا ہے - بچہ ان تمام ضروریات کو اس زمانے سے بہت پہلے اپنی ماں کی گود ہی

مین محسوس کرلیتا ہے جب کہ وہ رات یا دن کو کسی وقت اپنے آپ کو
اکیلا رکھنا پسند نہین کرتا اور ہر ایک زندہ چیز مین اپنی گہری دلچسپی کا
ثبوت دیتا ہے اور باہمی معاملت، اشتراک اغراض کا احساس اُسے
یہ سکھاتا ہے کہ اُسے دوسرون کے ساتھ کام کرنے مین خوش ہونا چاہئیے
اور اُن کی خدمت بجالانے اور اُن سے مدد لینے کا عادی ہونا چاہیئے
کھیل کے مطلب اور امکانات کی بابت بہت کچھ کہا جا سکتا ہے
فروبل کی تعلیم کا اصول یہ تھا کہ کھیل بچون کے نشو و نما کے لیئے بہترین
ذریعہ ہے۔

ایک اور شخص کا قول ہے کہ بچہ کا کھیل ہی اُس کا سبق ہے دنیا
اُس کی کتاب ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ ہر چیز کی بابت سب کچھ
جان لے۔ بظاہر مین گو کھیل کی خوبیان معلوم نہین ہوتین اس مین بھی
بچے کی عمر شیرخوارگی سے بڑے ہونے تک ایک قسم کا ارتقا ہے۔
چلنے سے پہلے وہ اپنے بچھون سے کھیلتا ہے یعنی کثرت سے حرکت

دینا بھی کھیل مین داخل ہے جس طرح کتّے، بلّی، بکری اور
اور جانورون کے بچے اُچھل کود کر حرکت دیتے ہین۔ اور جب وہ چلنا
اور بولنا سیکھ جاتا ہے تو وہ اپنے کھیل مین اپنی نوع کی ابتدائی تاریخ
کو نہین دُہراتا بلکہ اپنی آیندہ زندگی کے مشاغل کی بھی ابتدا کر دیتا
ہے۔ بچے کی قوتِ ایجاد یعنی اُس کی نئی نئی چیزین بنانے کی خوشی کا
اظہار۔ دریا کے کنارے پر ریت کے قلعہ اور باغ مین مٹی کی
ٹکیان بنانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب وہ ذرا بڑا
ہو جاتا ہے تو وہ ایک رسی کے ٹکڑے کا کوڑا بناتا ہے چاقو سے چیزون کو
کاٹتا ہے۔ اپنے واسطے غلیل بنا لیتا ہے اور طرح طرح کے اوزار استعمال
کرتا ہے اُس کی جبلتی اور ہنرمندی صابن کے بُلبلے اُڑانے، انٹے کھیلنے،
لٹّو پھرانے، پتنگ اُڑانے سے معلوم ہوتی ہے اُس کی معاشرت پسندی،
گڑیون کے گھر بنانے اُن کی شادی بیاہ کرنے اور دوکانین لگانے
سے پائی جاتی ہے۔ جسمانی حرکت کا شوق جو پہلے ہاتھ پاؤن مارنے

اُٹھ کر بیٹھ جانے، ماں کی گود میں اُچھلنے اور اِدہر اُدہر لڑھکنے سے پایا جاتا تھا وہی ذرا بڑے ہو کر دوڑنے، کودنے، درختوں پر چڑھنے وغیرہ مختلف صورتوں میں نمایاں ہوتا ہے۔

بچے کے لیے کھیل کے امکانات بے انتہا ہیں کیونکہ ہر قسم کی جسمانی حرکت کھلونے، کتابیں، قصے کہانیاں سب تعلیمی قیمت رکھتی ہیں اور وہ بچہ نہایت خوش رہتا ہے جس کی یہ قدرتی خواہشیں صحیح راستے پر لگادی جائیں اور جس کے کھیل اُس کی عمر کے مطابق ہوں اور اُن سے اُس کی جسمانی اور دماغی قوتوں کی تربیت ہو یعنی وہ کھیل صرف بچے کو شرارت سے باز رکھنے کے لیئے ہی نہ ہوں بلکہ اُن سے بچہ کچھ سیکھ بھی سکے۔ بچہ کے کھیل میں دو باتیں خاص طور پر قابلِ لحاظ ہیں۔ اول یہ کہ جہاں تک ہو سکے یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے واسطے خود سوچے اور اپنے کھیل کا سامان خود بنائے۔ وہ خود کام کرنا چاہتا ہے دوسروں کے کاموں کا تختۂ مشق بننا نہیں چاہتا اور وہ ہمیشہ خود کام کرنے اور اوروں کے

کام پر غور کرنے کو پسند کرتا ہے اس لیئے اگر اُس کو کچھ اشارے دیدئے جائین تو وہ روزمرہ کی معمولی چیزون کو اپنے لیئے نہایت دلچسپ بنا سکتا ہے۔ اس لیئے اُس کو اُس کی اینٹون کا گھر بنا دینا غلط اصول پر مبنی ہی اور ہم کو اُس کے لیئے ایسے کھلونے انتخاب کرنے چاہئین جن مین اُس کو کچھ کام کرنا پڑے تاکہ وہ مصروف رہے اور ہم کو اُسے یہ ترغیب دینی چاہیئے کہ وہ آپ اپنے لیئے کھیل ایجاد کرے اور خود ہی اپنے کھلونے بنائے۔ غرض ہم کو کچھ اشارے دیدینے چاہئین جن کے مطابق وہ خود اپنے خیال سے کام کرے۔ اُسے اس بات مین خوشی ہوگی کہ وہ خود اپنی لکڑی کا گھوڑا بنائے۔ آپ اپنی کرسی یا سوفا کو گھسیٹے اپنی میز کو اُلٹ کر اُس کو ٹھیلے اور اپنے آپ کو ریل بنائے۔ اور خود ہی اپنا کوڑا اور سیٹی تیار کرے اور ذرا اور بڑے ہوکر وہ خود ہی اپنی گڑیون کا گھر اور اُن کے کپڑے تیار کرے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بچہ کا ننھا کھیلنا صرف اُس کے لیئے ہی

بے لطف نہین ہوتا بلکہ اُس کے تعلیمی فائدہ مین بھی کمی آجاتی ہے۔
فرویل کے تمام طریقون مین دوسرے بچون کے ساتھ کھیلنا ضروری
ہے اور جہان تک ہوسکے ہم کو اسی کا انتظام کرنا چاہیئے۔

گہوارہ کی حالت

بچے کے ابتدائی چند مہینون مین ہم اُس سے جس قدر
کم کھیلین اُتنا ہی اچھا ہے اُس کو اپنے پرسکون اور تاریک ابتدائی گھر
مین سے اس پُر شور و شغب دنیا مین آئے ہوئے اتنا کم زمانہ گزرا ہے کہ
اُس کے حواس ابھی تک قابلِ اطمینان حالت مین نہین ہین اور
اُس کو زیادہ تر آرام سونے اور خاموش رہنے مین ملتا ہے کیون کہ
وہ اپنے آپکو اپنے گرد و پیش کے حالات کے مطابق بناتا ہے۔ اور
اُس کی بڑی خوشی یہی ہے کہ وہ پڑا پڑا ہاتھ پاؤن مارے اور
مسکرائے۔ جب وہ چھ مہینے کا ہوتا ہے تو وہ اپنی رنگین اور چمکتی ہوئی
گیند اور بجتے ہوئے جھُنجھُنہ سے صورت، رنگ اور آواز کا کچھ
تصور کرنے لگتا ہے اور وہ اپنے نہانے کے ٹب مین کھیلنے اور

پانی اُچھالنے سے خوش ہوتا ہے یا اپنے نرم نرم گہوارے اور گدگدے گدے پر پڑا رہتا ہے۔

جب بچہ ایک برس کا ہوتا ہے تو اُس کی طبعی شوخی اور مسرت جو پہلے اُس کے خفیف تبسم کی صورت مین ظاہر ہوئی تھی اب اُس کے ہوتا، کرنے، ہنسنے اور اُچکنے مین ظاہر ہوتی ہے اور وہ بجتی اور چکّر کھاتی ہوئی گڑیون کو پسند کرنے لگتا ہے۔ وہ ہر وقت شرارت اور مذاق کرتا رہتا ہے جس کا اکثر اوقات ہم مطلب تک نہین سمجھتے اُس کا کھیل زیادہ تر چکھنے، چھونے، سننے اور دیکھنے کی طاقتون کا ابتدائی استعمال ہوتا ہے۔ اب وہ اپنے ہاتھ پاؤن اور اپنی زبان کو بھی حرکت دینے لگتا ہے اور یون وہ بڑی کوشش سے بولنا اور چلنا سیکھنا شروع کرتا ہے۔ اس زمانے مین ہر ایک بچّہ اُس قسم کی حرکت کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اُسے آئندہ زندگی مین زیادہ اچھی طرح کرنے پڑے گی اور انھین بچّون کی وساطت سے

دماغ نشو و نما پاتا ہے وہ اپنے ہاتھون سے بھی ہر وقت کھیلتا رہتا
ہے اور یون اُن کا زیادہ عمدہ استعمال سیکھ جاتا ہے کیون کہ تمام
پٹھون کے عام اور بھدّے استعمال ہی سے وہ خاص خاص
اعضا کو زیادہ اچھی طرح سے استعمال کرنا سیکھتا ہے یہی وجہ ہے
کہ وہ اپنی اس نئی طاقت کو آزمانے کے لیئے ہر ایک چیز کو جو اُس
کے ہاتھ مین آتی ہے پکڑنا اور پھینکنا چاہتا ہے اور اُن کو بجانا اور
کھڑکھڑانا، توڑنا، اور پھوڑنا پسند اوسکو ہوتا ہے اور اُسے یہ بھی شوق
ہوتا ہے کہ ہر ایک چیز کو چکھے، چوسے اور نگل جائے -
چنانچہ اس بات کا اُس کے کھلونون کے انتخاب مین بہت خیال
رکھنا چاہیئے اور وہی چیزین لینی چاہئین جو دُھل سکین اور جن پر
رنگ نہ ہو- اور ایسی چیزون سے بچنا چاہیئے جن پر بال یا کھال ہو
جن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے الگ ہو سکتے ہون یا جن کے
کونے تیز ہون یا اور چھوٹی چیزین جن کے ناک، کان

حلق مین اٹر جانے کا ڈر ہو۔

چلنا چلنے کا عظیم الشان کام انجام دینے کے لئے پہلے سال تو بچہ صرف ہاتھہ پاؤن مارنا اور اُٹھہ کر بیٹھنا سیکھتا ہے اس کے بعد دوسرے سال مین کھڑا ہونا اور گھٹنیون چلنا اختیار کرتا ہے چلنے کے لیے کوئی خاص وقت نہین ہے۔ کیون کہ اس کا مدار زیادہ تر بچہ کی صحت اور طبیعت پر ہے اگر وہ تن درست اور چست ہو گا تو جلدی چلنے لگے گا اور طویل بیماری اور ضعف کی حالت مین دیر مین۔

اگر اُس کے ساتھہ اور بچے ہون تو عموماً اُن کی دیکھا دیکھی وہ جلدی بولنے اور چلنے لگتا ہے۔ بچہ جب خود کھڑا ہونے لگے سے اُس سے روکنا نہ چاہئیے اور شروع شروع میں اُس کو چلنے مین مدد دینی چاہئیے لیکن اُس کو زبردستی چلانا ٹھیک نہین کیون کہ اس سے پاؤن مین کجی اور اور مختلف قسم کی شکایتین پیدا ہو جانے کا ڈر ہے۔

بات چیت کرنا | ان سب چیزوں کی طرح بچہ کا بولنا بھی اپنے مختلف طرح ارتقائی طے کرتا ہے۔ شروع شروع میں اس کی آواز تقریباً بے معنی مگر مطلب خیز ہوتی ہے اس کے بعد وہ تتلانا شروع کرتا ہے جس میں زیادہ تر مطلب حرکات وسکنات کے ذریعہ سے ادا کیا جاتا ہے یہی کیفیت بیشتر وحشی قوموں کی گفتگو میں اب تک دیکھی جاتی ہے اور اسی سے ان کا اور بچے کا اپنی نسل کے ابتدائی زمانہ سے تعلق معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ اور آوازوں اور لفظوں کی نقل کر کے چھوٹے چھوٹے فقرے بنا لیتا ہے اس کے بعد وہ اپنی ایک جدا بولی بنا لیتا ہے جسے اس کے بزرگ اور عزیز سمجھ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ آخر تیسرے سال میں وہ بالعموم اچھی طرح بولنے لگتا ہے۔ اگر وہ دوسری سال کے اخیر تک نہ بولنے لگے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی زبان میں کسی قسم کا نقص ہے یا وہ بہرا ہے یا بعض خاص صورتوں میں اس کے دماغ میں کچھ فتور ہے۔

بچوں کے کھلونے اور کھیل | جب بچہ دو برس کا ہو تو ہم کو اس کے لئے ایک

کھلونوں کا صندوق مہیا کر دینا چاہیئے جس سے وہ نہایت خوش ہوگا۔ اس زمانہ میں اُس کو سادہ اور شوخ رنگ تصویریں بھی اچھی معلوم ہونے لگیں گی اور مناسب یہ ہے کہ ہم پرانی تصویردار کتابیں قینچی اور گوند لیکر بیٹھ جائیں اور اُس کے واسطے تصویروں کی ایک کتاب تیار کردیں۔ جس میں اُس کو اپنے نئے ملاقاتی یعنی پالتو جانوروں اور روزمرہ کی چیزوں کی تصویریں ملیں گی۔ لکڑی کے بنے رنگے جانوروں کو دیکھکر وہ اُن کو پہچاننے اور نام بتانے لگے گا۔ یہ زمانہ بچے کے گھروندے بنانے، کھودنے اور مٹی میں کھیلنے کا ہے اور مختلف قسم کے کھلونوں سے خوش ہوتا ہے۔ اسی زمانے میں وہ گھر سے باہر چہل قدمی اور بھاگ دوڑ کے واسطے بھی نکل جاتا ہے۔ جس سے اُس کے چہرے پر تازگی آجاتی ہے اور اُس کی نیند فرحت بخش اور خوش گوار ہو جاتی ہے۔ تیسرے سال میں تصویروں کی کتاب کو اور ترقی دے کر

اس میں بچپن کے زمانہ کی اور جانوروں کی تصویریں چسپاں کرنی چاہئیں۔

تصویروں کی کتاب تیار کرنا بھی ایک مشکل کام ہے جس کے لیے خاص سلیقہ کی ضرورت ہے لیکن یہ کام صرف بچہ ہی کے لیے باعث مسرت نہیں ہوتا بلکہ اس کے علاوہ بطور خود بھی بہت دل کش کام ہے اس میں ہر صفحہ پر خوشنما رنگ اور حرکت کا اجتماع ہونا چاہیے اگر پہلے اُن پر رنگ نہ ہو تو اُن کو رنگ دینا چاہیے اور اُس میں چھوٹے چھوٹے گھر اور درخت اور پھولوں کی تصویریں بنا دینی چاہئیں۔ انھیں کے ساتھ گھریلو اشیاء کی تصویریں جو روزمرہ انسان کے برتاؤ میں آتی رہتی ہیں پرانی کتابوں میں سے کاٹ کر اُس پر چپکا دینی چاہئیں تاکہ اُن سے چھوٹے چھوٹے منظر بن جائیں جو بچے کے لیے دل چسپ اور نظر فریب ہیں۔

اس کے علاوہ اس عمر میں لڑکے کو چھوٹے چھوٹے انجن، ریلیں،

موٹر، اور کشتیاں وغیرہ رکھنے کا شوق ہوگا اور لڑکی گڑیوں سے کھیلے
گی اور ان کے گھر، سامان، چائے کا اسباب، باورچی خانہ کا لوازمہ
اور کپڑے وغیرہ لینا پسند کرے گی۔ اس عمر کے مناسب کھلونوں میں
صابن کے بلبلے بنانے کا سامان، پرونے کے لیے رنگین دانوں
کا صندوق، لٹو، مقناطیس کی مچھلی گھر میں کھیلنے کے لیے اور گھر کے
باہر خوش رنگ چھوٹے چھوٹے غبارے، جھنڈیاں اور پتنگ وغیرہ
قابل لحاظ ہیں۔

چار برس کی عمر میں کھیل کا میدان اور زیادہ کشادہ ہو جاتا ہے اب
بچے کو کہانیوں میں واقعی مزہ آنے لگتا ہے اور اگر ماں اچھی طرح سے
کہانی سنا سکے تو بچے کو اس میں دوہری دلچسپی حاصل ہونے
لگتی ہے۔

شروع شروع میں بچے کی کہانیاں بہت ہی سادہ اور ایسی
چیزوں کے متعلق ہونی چاہئیں جن سے وہ اپنے روزانہ زندگی میں

واقف ہے، جیسے کتا، بلی، پرندہ، گھر کا باغیچہ اور ان قصوں کے کہنے میں اگر اُس کے مناسب حرکتیں کی جائیں جیسے کہ بچہ خود کرتا ہے تو اس سے اس کی دلچسپی بڑھ جائے گی اور پھر رفتہ رفتہ جوں جوں اس کی لغت فہمی بڑھتی جائے تو ماں کو چاہیے کہ اسی لحاظ سے اُس کے مناسب زندگی قصے کہانیاں اور مذہبی روایتیں اُس کے سامنے بیان کرے اور اُسے درختوں، جانوروں اور دوسرے ملکوں کے بچوں کے حالات سنا سنا کر اسباق الاشیا تاریخ اور جغرافیہ کے ابتدائی سبق دے۔

کہانیاں اخلاقی حیثیت سے بھی مفید ہوتی ہیں کیوں کہ ان سے وہ بہادری اور حب وطن کے کارنامے سنتا ہے جن سے اُس کے ننھے سے دل میں بھی ایثار اور فیاضی کی تحریک ہوتی ہے بعض وقت یہ بھی ممکن ہے کہ ان قصوں سے اُس کی طبیعت کی بعض برائیاں اور کمزوریاں مٹ جائیں۔ یہ ضرور لحاظ رکھا جائے کہ ہر قسم کے ہیبت ناک اور خونریزی کے قصے سنانے سے احتراز کیا جائے کیونکہ وہ کبھی بھی

بہت زیادہ خوشی پیدا کرنے والے نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ مذہبی روایتوں میں بھی موت و قتل اور خونریزی کے واقعات کو نظر انداز کیا جائے۔ آج کل بچوں کی بہت سی کتابیں ملتی ہیں جن سے وہ گھنٹوں تک بڑے شوق اور دلچسپی سے دل بہلا سکتا ہے اور ارزاں قسم کے رنگ اور مصوری کی کتابیں جو بہت زیادہ پیچیدہ اور مشکل نہ ہوں، پنسل اور کاغذ نقشہ کشی کے لیے، بے نوک کی قینچی اور کاغذ تراشنے کے لیے اور چکنی مٹی یا کھریا چھوٹی چھوٹی چیزیں بنانے کے لیے مہیا کرنا چاہیے۔ ان چیزوں سے اس کی نظر اور ہاتھ دونوں کی تربیت ہوگی۔

مٹی کی چیزیں بنانا مٹی کی چیزیں بنانے میں بچے کو نقشہ کشی سے زیادہ دلچسپی ہوگی کیوں کہ اس کے ذریعے وہ چیزوں کی پوری صورت کا نمونہ بنا سکتا ہے اس کے برخلاف نقشہ کشی میں وہ صرف ان کا خاکہ کھینچ سکتا ہے۔

مٹی کی چیزیں بنانے میں بچے اپنی نوع کی قدیم تاریخ کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اور اب بھی افریقہ کی بہت سی وحشی قومیں اپنے بچوں کے بہلانے کے لیئے دریاؤں کے ساحل کی کیچڑ سے چھوٹے چھوٹے بیل اور چھکڑے اور آدمی بنایا کرتے ہیں۔ جب بچہ اپنی گڑیا کے گھر کے لیئے مٹی کا چھوٹا سا پیالہ اور طشتری بنا لیتا ہے تو اس کو ایسی ہی خوشی ہوتی ہے جیسی کہ نازک سے نازک اور خوبصورت سے خوبصورت چینی کے کام کرنے والے کو اپنی کامیابی سے۔

رفتہ رفتہ اُس کو یہ سکھانا چاہیئے کہ وہ مٹی کی گولی بنا سکے اور اُس کو بیضوی صورت کا بنا سکے اور اُس کی مکعب ٹکیا بنا سکے۔ اُس کے اندر ایک انٹا رکھ کر اُس کو اندر سے کھوکھلا رکھ سکے۔ جہاں سے چاہے ایک تاگہ سے اُسے تقسیم کر سکے اور ان ابتدائی اصولوں کے بعد وہ پھر اُس سے اپنے حسب منشا چیزیں بنا سکے۔ یوں بچہ چند دن میں اپنی روزمرہ کی دیکھنے کی چیزیں مثلاً سیب، ناشپاتی، نارنگی، انڈا، ڈبل روٹی

اخروٹ، سیپیاں، آسان پھول، پیالے، طشتری اور اپنی گڑیا کے گھر کے ضروری برتن وغیرہ بنانا سیکھ جائیگا۔

بچوں کو پانی میں کھیلنے سے اتنی خوشی ہوتی ہے کہ اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور بچوں کو اس بات کا بڑا شوق ہوتا ہے کہ وہ آستین چڑھا کر اور دامن سمیٹ کر اپنی چھوٹی سی بطخ یا کشتی کو پانی میں تیرائیں یا اپنی ربڑ کی گڑیا کو اس میں نہلائیں۔ یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ بچے اپنے کپڑوں کی نمایش کے لیے نہیں ہیں بلکہ کپڑے اُن کے واسطے ہیں اور یقیناً بچوں کو میلے کچیلے رہنے کا فطری حق حاصل ہے۔

اس عمر میں بچوں میں باہمی میل جول اور معاشرت کا خیال پیدا ہو جاتا ہے اس لیئے لڑکیوں کے واسطے گڑیا، اُس کے گھر کا ساز و سامان اور کھانا پکانے کے برتن اور لڑکے کے لیے عمارتیں بنانے کے لیے چھوٹی چھوٹی سی اینٹیں، قواعد کرانے کے لیے چھوٹے سے سپاہی، باغبانی اور نجاری کے چھوٹے چھوٹے اوزار، چھوٹا سا فٹ بال اور

کرکٹ کا اسباب اور دونوں کے واسطے چھوٹی سی دوکان کی چیزیں ترازو، باٹ، مہیا کر دینے چاہئیں۔ بعض لوگ بچوں کو سپاہیوں سے کھیلنے کی اجازت نہیں دینا چاہتے لیکن یہ ضرور نہیں کہ اس کھیل سے اس کے دل میں قتل و خون ریزی کا خیال پیدا ہو بلکہ اگر اس بچے کی تربیت صحیح طور پر کی گئی ہے تو اس سے اس کے دل میں اپنے ملک کی حفاظت کا خیال پیدا ہوگا۔ اسی زمانہ میں حروف کا کھیل بھی شروع کرایا جا سکتا ہے اس کے لئے دفتی پر لکھے ہوئے موٹے موٹے حرفوں کا ایک بکس مطلوب ہوگا اور غالباً بچہ اس سے بہت خوش ہوگا اور وہ حرفوں کو پہچاننا بھی سیکھ جائیگا اور اُن کو باہم ملا کر چھوٹے چھوٹے آسان لفظ اور نام بنانا سیکھ لے گا۔

ریت کا ڈھیر۔ بچوں کو ریت کا چھوٹا سا بکس ایک بڑا موم کپڑا۔ ایک چھوٹا سا پھاوڑا اور ٹوکری، بہت سی چھوٹی چھوٹی مکان بنانے کی اینٹیں، مہیا کر دینی چاہئیں اس سے وہ گھنٹوں تک کھیل سکتا ہے

اگر ریت کو اُس مومی کپڑے پر یا کسی بڑی سی سینی میں پھیلا دیا جائے
اور اُسے تھوڑے سے پانی سے تر کر لیا جائے تو بچہ اُس میں قلعے، برج،
دیواریں اور کھائیاں بنائے گا جس پر اُس کے جھنڈے لہراتے
ہوں گے اور اُس کے سپاہی پہرہ دیتے ہونگے۔ اس میں وہ پہاڑ اور
اُن کے نیچے سرنگیں بنا کر اُس میں اپنی ریل چلا سکے گا یا وہ اُس میں
اپنے کھیت اور باغ بنا کر اُس میں اپنے اور اپنے جانوروں کے رہنے
کے گھر بنائیگا۔ اُس میں ذرا ذرا سی گھاس ڈال کر وہ اپنی چراگاہ بنا لیگا
اور اُس کے چاروں طرف جھاڑیاں لگا کر اُس میں اپنے گھوڑے،
گائے اور بکریوں کو چرائے گا۔ اسی میں چھوٹے چھوٹے درخت لگا کر
باغ بنا دے گا اور اُس میں کیاریاں اور روشنی قائم کرے گا اور اُس میں
ایک حوض بنا کر اپنی ربڑ کی مچھلیاں اور مینڈک اور کشتیاں چلائے گا
اسی میں وہ ایک سمندر بنا کر اُس کی ایک جانب ایک بندرگاہ مقرر
کرے گا جہاں وہ دور سے لا کر اپنی مچھلیاں اور شکار اتارے گا اور

اپنے جہازوں کو لنگر انداز کرے گا اور اُن کے لیئے کوئلہ وغیرہ فراہم رکھے گا۔ اس میں دریا کے کنارے پر وہ چھوٹی سی ٹہنیوں کا ایک جنگل بنا دے گا اور بڑے بڑے درخت کاٹ کر اُن کی لکڑی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچائے گا اور اسی میں وہ اپنی ننھی سی انگلی سے حرف بنانا اور پھر حرفوں کو جوڑ کر لفظ لکھنا سیکھ لے گا۔ غرض اس ریت کے ڈھیر سے بھی بچہ بہت سی مفید اور دلچسپ باتیں سیکھ سکتا ہے۔ اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہے اور جن چیزوں کو دیکھ سکتا ہے اُن کی بابت معلومات بڑھا سکتا ہے اور یوں اُس کی قوتِ متخیلہ میں ترقی ہوتی ہے اور یہ قوت بچہ کے لئے ایسی ہی ہے جیسے پرند کے لیئے پر۔

بچہ کی صنعتیں اب وہ اپنی تصویروں کو خود ہی رنگ دے گا اور خود ہی مختلف ملکوں کے جھنڈوں کو کاٹ کر اُن کو دیا سلائیوں یا لکڑیوں پر چپکا دے گا اور آپ ہی اپنی تصویروں کی کتاب بنانے کی کوشش کرے گا۔ وہ گڑیاں اور جانوروں کے بنانے میں مدد دے گا بشرطیکہ

اُن کا ڈھانچہ اُس کو تیار کر دیا جائے۔

یہ کھیل بھی دل چسپ ہے کہ ہم تصویروں کو دفتیوں پر چپکا کر اُن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور پھر اُن کو دیں کہ اُن کو جوڑ کر یکجا کر دیں وہ اپنی گڑیا کے گھر کی تمام چیزیں پرانے کاگوں اور ٹیوں اور لوکدار دیا سلائیوں اور دیا سلائیوں کے بکس سے بنا لیں گے۔ اور اُن پر مختلف قسم کا رنگ و روغن چڑھا کر اور اُن پر سنہری و روپہلی کاغذ چڑھا کر اُن کو آراستہ کر لیں گے۔

نقل کرنا بچوں کو اس عمر میں نقل کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ وہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ مثلاً شیر یا ملکہ یا موٹر کار یا گھوڑا بنتا کیسا معلوم ہوتا ہے۔ بچے اکثر جو کچھ دیکھتے ہیں خود بھی اُس کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ بچے بھی اپنے دربار اور تاجپوشی اور جلسے اور براتیں اور مدرسے وغیرہ بناتے ہیں اور وہ ان تمام باتوں کو بالکل اسی طرح سے کرنا چاہتے ہیں گویا وہ بالکل حقیقی اور واقعی ہیں۔

موسیقی اور گانا کہا جاتا ہے کہ کوئی بچہ جس کی سماعت ناقص نہیں ہے گانے سے بالکل بے اثر نہیں ہو سکتا۔ اور اسی اثر کے مطابق اُس کی طبیعت میں بھی اس کا احساس ہوتا ہے۔ اسی عمر میں ہم کو بچے کے اس شوق کو ترقی دے کر اُس کے کان اور اُس کی آواز کو سدھانا چاہیئے۔ چنانچہ ہم اُسے سکھا سکتے ہیں کہ وہ سب سے پہلے قدرت کے گانے یعنی ہوا کے سناٹے کو غور سے سنے۔ چنانچہ ٹینی سن[۱] کی بابت مشہور ہے کہ وہ اکثر ایسا کیا کرتا تھا۔

اسی طرح بچوں کو پرندوں کے نغمے بھی غور سے سننے چاہئیں۔ بہتے ہوئے پانی کی آواز جو قدرت کا سب سے زیادہ شیریں ترانہ ہے ہلکی ہلکی لہروں کی تھپک اور پر طوفان سمندر کی خوفناک گرج، یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو بچوں کو کان لگا کر سننی چاہئیں۔ جب بچہ ذرا بڑا ہو جائے تو اس کو ایسے چھوٹے چھوٹے سے گیت سکھانے چاہئیں جن کا گانا

[۱] انگلستان کا مشہور شاعر۔ ۱۲

آسان ہو۔ اور جن کے لفظ و معنی بچے کی سمجھ سے باہر نہ ہوں۔ گانے
کے درمیان میں بچے کو موقع موقع پر لمبا سانس لینا چاہیئے یوں گانے
کے ساتھ ہی اُس کے سانس لینے کی بھی مشق ہوگی اور اُس کے پھیپھڑے
مضبوط ہونگے۔ بچوں کو مل کر گانے کا بھی بہت شوق ہوتا ہے لیکن
یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بچے کی آواز پر کبھی اُس کی طاقت سے زیادہ بار نہ
ڈالا جائے اور اُس کو ایسے راگوں کی مشق نہ کرائی جائے جس میں آواز
کو بہت زیادہ اٹھانا یا بہت زیادہ گرانا ہوتا ہے۔

سات برس کی عمر میں موسیقی کے شوقین بچے کو وائلن کی مشق
شروع کرنی چاہیئے کیوں کہ اس زمانے میں انگلیوں کی حرکت نسبتاً
زیادہ آسانی سے سیکھی جا سکتی ہے جو اُس کے لیئے نہایت ضروری
ہے لیکن اس کے سبق اور مشقیں بہت مختصر اور آسان ہونی چاہئیں
کیونکہ ابھی تک بچے کے اعضا اور قویٰ زیادہ سخت محنت کے متحمل نہیں
ہو سکتے۔ یہی عمر پیانو کے استعمال کی ابتدا کے لیئے بھی موزوں ہے۔

چوتھے سال جبکہ بچوں کو آنکھ مچولی اور اندھا بھینسا کھیلنے کا شوق ہوتا ہے۔

اسی عمر میں بچے کو گھر سے باہر سیر کرنے اور پھرنے کا بھی شوق ظاہر کرتا ہے۔ اسی ضمن میں اس کو مطالعہ فطرت کا عادی بنانا چاہیئے اور اگر کسی جگہ کھیتوں کے کنارے سبزہ زار میں گلگشت کا انتظام ہو سکے تو مناسب ہو کہ کہیں قریب خوشگوار اور سایہ دار مقامات میں گوٹھن کی جائیں۔ غرض بچہ شہر کے مقابلہ میں باہر جتنا زیادہ وقت خرچ کر سکے اُتنا ہی بہتر ہے۔

بائیسکل چلانا | بچہ کے لیئے بائیسکل چلانا یہ ایک دل چسپ ورزش ہے لیکن جب تک وہ آٹھ برس کا نہ ہو جائے تب تک اس کی اجازت نہ دینی چاہیئے اور تب بھی اس میں بہت سی باتوں کی احتیاط کی ضرورت ہے۔ بائیسکل زیادہ اونچی نہ ہو اور اس کی سیٹ چوڑی یا بالکل ہموار ہو اور اُس کے ہینڈل اس قسم کے ہوں کہ بچے کو چلانے کے لیئے جھکنا

اور سینہ پر زور دینا نہ پڑے جب ہوا تیز اور مخالف چل رہی ہو یا دھوپ سخت ہو یا راستہ پہاڑی ہو۔ تو بائیسکل پر زیادہ نہیں پھرنا چاہیے اور زیادہ دور تک تو بچے کو کبھی اس پر نہ جانا چاہیے۔

ڈاک خانہ کے ٹکٹ جمع کرنا آٹھ سال کی عمر کے بعد بچہ ڈاک خانے کے ٹکٹ جمع کرنے میں دلچسپی سے حصہ لے سکتا ہے جس دن کوئی اور کام نہ ہوگا اور بارش وغیرہ کی وجہ سے باہر جانے کا موقع نہ ملے گا اُس دن ٹکٹ جمع کرنے والا بچہ اپنے البم کی درستی میں دنیا کے دور دراز ملکوں میں سفر کرے گا اور یوں اُس کو بہت سے جغرافیہ کے نام اور مقام معلوم ہو جائیں گے اور اُس کو کم سے کم گزشتہ پچاس سال کے مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے نام اپنے ٹکٹوں پر سے دیکھتے دیکھتے از بر ہو جائیں گے اور اس کے علاوہ اُس کو مختلف ملکوں کے سکوں سے متعلق بھی کافی معلومات حاصل ہو گی وہ ٹکٹ جمع کرنے کے شوق میں اپنے دوستوں اور ملاقاتیوں سے خط و کتابت بھی کرے گا اور اپنے ساتھیوں سے زائد ٹکٹوں کے تبادلے

بھی کرتا رہے گا جس سے اُس کو لکھنے پڑھنے کے علاوہ کاروبار کی تمیز اور چیزوں کی قیمت کے تعین کا وقوف حاصل ہوگا۔

مطالعۂ فطرت

عام طور پر لوگ اس بات کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے کہ سائنس کی واقفیت ہر شخص کے لیے کیسی ضروری ہے ورنہ ہمارے بچے سب سے پہلے اُن قوانینِ قدرت کی تعلیم پاتے جو صرف ہماری جسمانی زندگی ہی پر نہیں بلکہ ہمارے گرد وپیش کی تمام چیزوں پر حاوی ہیں۔ ہمارے خیال میں اس قسم کی تعلیم سب سے پہلے ہونی چاہیے کیونکہ اسکے بغیر کسی بچے کی تعلیم مکمل نہیں کہی جا سکتی۔ مطالعۂ قدرت بہت سے مختلف علوم پر مشتمل ہے۔ چنانچہ علم کیمیا، علم فزکس، علم نباتات، علم حیوانات، علم تشریح الابدان اور علم طبقات الارض وغیرہ سب

اس کے مختلف شعبے ہیں اور پھر ان میں سے ہر ایک علم کی متعدد شاخیں ہیں۔

یہ علوم تو بچے کو گھر میں نہیں سکھائے جا سکتے اور مدرسوں میں بھی اُن کی تعلیم صرف ابتدائی اور سرسری ہو سکتی ہے کیوں کہ باقاعدہ اور مکمل طور پر تو اُن کو صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو اپنی عمر انہیں کے لئے وقف کرے لیکن عام طور پر مطالعہ فطرت کے لیے بچپن ہی کا زمانہ ہے کیونکہ قوانین قدرت ایسی چیزیں ہیں کہ اُن کا تھوڑا علم بھی مضر نہیں ہوتا۔ اب یورپ کے ماہرانِ تعلیم اس ضرورت کو ماننے لگے ہیں لیکن ابھی تک حسب منشا اس کا انتظام نہیں کیا گیا۔ بچے کے سب سے پہلے معلم تو ماں باپ ہی ہیں کیا وہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ مطالعہ فطرت سے بچے کی ہر قسم کی نشو و نما زیادہ کامل ہوتی ہے اور یہ علم بذاتِ خود کوئی مدعا نہیں ہے بلکہ یہ خود ایک دوسرے مدعا کے حصول کا ذریعہ ہے اور وہ مدعا یہ ہے کہ بچے کی معلومات اور عملی زندگی

کا دائرہ وسیع ہو جائے۔ وہ دنیا کے لیے زیادہ مفید بن سکے اور
دنیا کی ہر ایک چیز اُس کے لیے مفید ہو۔

اشیارِ قدرت کا مطالعہ کرنے سے بچے کے دل میں تمام
جاندار چیزوں سے زیادہ ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ مثل سچ معلوم
ہوتی ہے کہ ساری دنیا ایک ہی ایک ہے اس سے وہ فنونِ لطیفہ
اور قدرت کی خوبصورتیوں کو سمجھنے لگتا ہے اور یوں اُس کی آیندہ
سیر و سیاحت علم ادب اور نظم و نثر میں زیادہ گہرے معنی پیدا ہو جاتے ہیں
اور انھیں باتوں سے زندگی کی تکمیل ہوتی ہے۔

مطالعہ قدرت ہی سے بچہ ایثار، ہمدردی، باہمی معاونت،
مآل اندیشی اور آیندہ کے لیے تیاری کے اصلی اخلاقی سبق سیکھتا ہے
کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ یہاں ہر ایک چیز کسی دوسری چیز کے لیے ہے
اور سب اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں اور کوئی بھی بیکار نہیں۔ ان
قدرتی قوانین کو دیکھکر جو حیوانات اور نباتات کے ازدیادِ نسل اور بقائے

نوع پر کارفرما ہے وہ زن و مرد کے باہمی تعلقات کو نہایت ہی طبعی نہایت ہی محفوظ
اور نہایت ہی خوبصورت طریقہ سے سمجھنے لگتا ہے کیمسٹری اور علم
تشریح الابدان کے جو ابتدائی مسلے وہ مدرسہ میں سیکھتا ہے انھیں پر
جسمانی تندرستی اور اصول حفظانِ صحت کا دار و مدار ہے اور یہ ظاہر ہے
کہ ان قانونوں پر وہی شخص چل سکتا ہے جو ان کو اچھی طرح ذہن نشین
کر چکا ہو خاصکر لڑکیوں کے لیے امور خانہ داری کی عملی تعلیم سے پہلے ان
اصول کا جاننا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ ان ہی سے مختلف
غذاؤں کی ماہیت۔ تازہ ہوا کے فائدے، اعضا جسمانی کے اغراض
اور اعتدال کے منافع معلوم ہوتے ہیں اور یہ سب باتیں اُن کے ماہر
فن، منتظم اور روشن خیال ماں ہونے کے لیے ضروری ہیں۔

ہم نے کہا ہے کہ مطالعۂ قدرت کا زمانہ بچپن کا ہے۔ اس سے
ہمارا مطلب یہ ہے کہ حیوانی اور نباتی زندگی کے مشاہدات بچپن میں ہونے
چاہیئں۔ اس کے لیے ماں کو اُن علوم کے ابتدائی اصول سے واقف

ہونا چاہیئے۔ اور یہ واقفیت نصاب مدارس کی مروجہ کتابوں سے حاصل نہ کیجائے بلکہ اس مقصد کے لیئے وہ کتابیں مفید ہیں[۵۱] جو ان مضمونوں کو عام فہم اور ہر دل عزیز بنانے کے لیئے لکھی گئی ہیں۔ تھوڑی سی کوشش میں ماں سمجھ لے گی کہ کونسی باتیں بچے کو سمجھانے کے قابل ہیں اور کیونکر اُسے سمجھائی جاتی ہیں۔ اس میں اس کو تمام اصطلاحات اور مشکل ناموں سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ بچے کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور وہ سب باتوں کو ایک ہی وقت میں نہیں سیکھ سکتا۔ اس سے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان علموں کے اصولوں کو نظر انداز کر دیا جاے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ماں ان کو خوش اسلوبی سے ادا کر سکے بچہ اپنے گرد و پیش کی ہر ایک چیز میں دلچسپی لیتا ہے اور انھیں کے ذریعہ سے یہ باتیں اس کو سمجھائی جا سکتی ہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مطالعۂ قدرت گھر کی چار دیواری میں نہیں ہو سکتا اور جب تک کہ بچے

[۵۱] افسوس کہ اُردو میں یہ سرمایہ نہیں ہے۔

کو باہر لے جا کر اعلیٰ چیزیں اُن کی اصلی حالت میں نہ دکھائی جائیں
تب تک اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے کیونکہ ضرورت اس بات کی
ہے کہ بچہ خود اُن کو دیکھے اور جہاں تک ہو سکے اپنے مشاہدات کی
بنا پر اُن اصول کو سمجھے۔

ہر ایک بچے کے دل میں قدرت کی محبت ضرور موجود ہوتی ہے
اور وہ زیادہ تر ابتدا ہی چیزوں سے کھیلنا پسند کرتا ہے اگرچہ اس
بارہ میں مضافات کے لڑکے بہت زیادہ خوش قسمت ہیں کیوں کہ
اُن کا وقت شروع ہی سے قدرت کے تماشے دیکھنے میں گزرتا
ہے لیکن شہر کے بچے بھی اپنے اوقات فرصت اپنے گرد و نواح
کے کھیتوں، جنگلوں، باغوں، چراگاہوں یا چڑیا خانوں میں گزار
سکتے ہیں بشرطیکہ اُن کے والدین اپنے بچوں کے لئے مطالعہ
قدرت کی ضرورت اور اہمیت کو جانتے ہوں یہاں بہت سرسری
طور پر چند مختلف پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے جس سے ہم

سائنس کے میدان کو بچے کے لیے گلستاں بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم اس سے یہ قصے کہہ سکتے ہیں کہ سمندر کے ننھے ننھے معمار کہربا کے کیڑے جو آنکھ سے نظر بھی نہیں آتے کیسے عجیب و غریب خوبصورت اور خوش رنگ سیپیوں کے محل بناتے ہیں جن کا تمام مصالحہ بھی وہیں سمندر سے لیا جاتا ہے۔ اس کو مرجان کے درختوں اور مونگے کے جزیروں کے قصے سنائے جائیں جو دور سمندر کی لہروں کے نیچے ایک چھوٹے سے کیڑے کی محنت اور حسن کارگزاری کا ثبوت دیتے ہیں۔ اسکو اسفنج کے عجیب و غریب حالات بتائے جا سکتے ہیں جو ایک عجیب قسم کے سمندری جانور کا گھر اور ڈھانچہ ہے۔ ان کو شہد کی مکھیوں کے مومی محل اور ان کا حیرت انگیز اندرونی انتظام ایک قصہ کے طور پر سنایا جا سکتا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ تعجب خیز چیونٹیوں کے زمین دوز اور پیچ در پیچ شہروں کا ذکر ہے۔ جہاں وہ اپنی سلطنتوں میں نہایت باقاعدہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کو تیتریونکے

قلبِ ماہیت کے قصے سنائے جا سکتے ہیں کہ یہ چھوٹے چھوٹے
خوبصورت کیڑے پہلے کیسے ہوتے ہیں اور پھر اُن کی کیسی صورت
بدل جاتی ہے۔ بچہ کو یہ سنکر بہت تعجب ہوگا کہ ایک ذرا سے بیج کے
اندر ایک بڑا درخت اپنے تنوں اور شاخوں اور پھولوں سمیت کیسے
چھپا ہوا ہے۔ قدرت نے گرگٹ اور بعض اور جانوروں کو کیسی
عجیب و غریب مختلف الالوان پوشاک عطا فرمائی ہے۔ وہ خود
دیکھ سکتا ہے کہ اکثر جانور اپنے رنگوں کی شوخی کے باوجود بھی اپنی
آس پاس کی چیزوں کے کیسے ہم رنگ ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ بات
سُن کر حیران ہوگا کہ جب کینکڑے یا سانپ کا بالائی حصہ جسم پرانا
ہو جاتا ہے تو وہ کیونکر اُسے بدل ڈالتے ہیں۔ پرندوں کے گھونسلے
اُن کی ماداؤں کا انڈے سہنا پھر چند دن کے بعد اُن انڈوں میں سے
جیتے جاگتے بچوں کا نکلنا اور پھر آہستہ آہستہ بڑھنا، اُڑنا یہ سب قدرت
کے عجیب کرشمے ہیں۔ بچہ ان سب باتوں کو نہایت دلچسپی اور غور سے

سنتا ہے اور وہ اپنے آس پاس کے جانوروں اور درختوں سے دوستی پیدا کرتا ہے اپنی ایک دنیا بسا لیتا ہے اس کے بعد جب وہ بڑا ہو جائے تو ہم اس کو قدرت کی اور بہت سی عجیب و غریب کام کرنے والی اشیار کے حالات سنا سکتے ہیں۔ جیسے آفتاب اور اسکی بیٹیاں نور بیگم اور حرارت خانم۔ انھیں کے قصوں میں ہم بادل، بارش کہر اور اولوں کا ذکر کر سکتے ہیں اور اس محبت اور کشش کا قصہ سنا سکتے ہیں جس سے دنیا کی سب چیزیں آپس میں ایک دوسرے سے بندھی ہوئی ہیں۔

مطالعۂ فطرت کے سلسلہ میں گھر کے پالتو جانور بھی کام دے سکتے ہیں اور ہر بچے کے لیے اُس کا کوئی نہ کوئی پالتو جانور ہونا مناسب ہے تاکہ اُسے دوسروں کی حفاظت اور دوسروں سے محبت کی عادت ہو۔ شروع میں تو بچوں کو اس بات کا بھی شوق ہوتا ہے کہ جہاں کوئی چھوٹا موٹا جانور ان کو نظر آیا اور انھوں نے اس کو مارا۔ لیکن

اس کی وجہ خونخواری نہیں ہوتی بلکہ بچہ اپنے ہاتھوں کے استعمال کی مشق کرنا چاہتا ہے۔

جانوروں کے ساتھ اُس کا سلوک کچھ خوف کا پہلو لئے ہوئے ہوتا ہے اس لئے وہ کتے اور بلی کی دُم بے رحمی سے کھینچ لیتا ہے اس سے اُس کا یہ بھی مطلب ہوتا ہے کہ دیکھیں یہ جانور کیا کرتا ہے مگر جب زیادہ دوستی ہوجاتی ہے اور ایک دوسرے پر اعتماد بڑھ جاتا ہے تو پھر اُس جانور کو تکلیف دینے یا کسی کی جان لینے کا خیال ناخوشگوار ہوجاتا ہے اور زیادہ ہمدردی ورحم دلی پیدا ہوجاتی ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ بچے کے پالتو جانور ہوں تاکہ وہ اُن سے کھیلے اور اُن کی خبرگیری کرے۔ وہ اپنے ٹٹو یا گدھے پر سوار ہوکر بہت خوش ہوگا جو اُس کے ہاتھ سے پچکارے جانے کے لئے اپنی گردن جھکا دے گا اور اُس کے ہاتھ سے روٹی کے ٹکڑے وغیرہ لے کر کھائے گا۔ وہ گائے کا جگالی کرنا اور دودھ دینا دیکھکر بہت خوش ہوگا۔ غرض

یوں ہی اس قسم کے جانوروں سے اس کو بہت سی مفید باتیں معلوم ہوں گی۔

جانوروں کی محبت کے ساتھ ہی بچے کو اس بات کے بھی موقعے دینے چاہئیں کہ وہ خود جنگلی پھولوں کو ان کی اصلی حالت میں دیکھیں اور اگر ہو سکے تو اس کو ایک چھوٹا سا باغیچہ دیدیا جائے کہ وہ اس کی خود دیکھ بھال کرے۔ اس کے لیے ایک چھوٹا سا پانی ڈالنے کا ہزارہ بھی ضروری ہے اگر بچہ خود اس سے درختوں میں پانی ڈالے اور اپنے اگائے ہوئے بیج کو آہستہ آہستہ بڑھتے اور پھولتے پھلتے دیکھیں اس طرح اس کو نباتات کی روئیدگی اور نشو ونما کے اصول سے واقفیت ہوگی اور بہت سی پھولوں اور پھلوں کے نام جاننے لگے گا۔ اس کے بعد اسے یہ سمجھایا جا سکتا ہے کہ زمین کی مٹی کیوں کر بنتی ہے اسے یہ سن کر تعجب ہوگا کہ اس کے بننے کے لیے چٹانیں بوسیدہ ہو جاتی ہیں اور پتے سڑ جاتے ہیں اور بارش اور ندیاں ان کے اجزا کو

منتشر کر دیتی ہیں تب کہیں جا کر مٹی تیار ہوتی ہے اور پھر اس مٹی سے اُس کے استعمال کے برتن اور اُس کے مکان کی اینٹیں اور دریا کے کنارے کی ریت اور چمکدار سیپیاں اور لکھنے کی کھریا وغیرہ چیزیں بن جاتی ہیں۔

ہم اُسے پرندوں کے حالات سنا سکتے ہیں کہ وہ کیسی ہوشیاری اور عقلمندی سے گھونسلے بناتے ہیں، کیسی احتیاط سے اُس میں اپنے انڈوں کو رکھتے ہیں، پھر مادہ اپنے نرم نرم پروں کو پھیلا کر اُن کو کیونکر ہر وقت گرم رکھتی ہے۔ یہانتک کہ آخر اُن میں سے بچے نکل آتے ہیں پھر وہ کیونکر اُن کو دانہ بھراتی ہے اور جب اُن کے ننھے ننھے پروں میں طاقت آجاتی ہے تو اُن کو اُڑنا سکھاتی ہے اُن کو ایسے پرندوں کا قصہ سناؤ جو نقل مکان کرتے ہیں اور جو ایک موسم یہاں بسر کرتے ہیں اور دوسرا کسی اور ملک میں جیسے مرغابیاں اور ابابیل یا جیسے کوئل جو اپنے انڈے سینے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتی اور

دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں انڈے دیتی پھرتی ہے اور جس کے بچے دوسروں کے گھروں میں اُن کے جائز وارثوں کو زبردستی نکال کر پرورش پاتے ہیں یا جیسے چیخنے والا اُلو جو اندھیرے میں دیکھ سکتا ہے اور راتوں کو اُڑ کر چھوٹی چھوٹی چوہیاں اور پرندے شکار کرتا ہے اور بظاہر دیکھنے میں ایسا عقلمند معلوم ہوتا ہے یا گھروں میں رہنے والی چڑیا جو ہر وقت آدمیوں کے آس پاس اُڑتی پھرتی ہے اور چھتوں کے کونوں میں اپنا گھونسلہ بناتی ہے یا جیسے بیا جس کا لٹکتا ہوا گھونسلہ عقل حیوانی کی ایک عجیب مثال ہے یا چھوٹی سی چہکتی بلبل جو گلاب کے پھولوں پر نغمہ سرائی کرتی ہے اور جس کی آواز گویا بہار کا خیر مقدم ہوتی ہے۔ غرض اس طرح اُس کو ان ہوا کے رہنے والوں کے بہت سے حالات بتائے جا سکتے ہیں۔

اسی طرح روزانہ چہل قدمی اور سیر کے اثنا میں اُن کو بہت سے درختوں کے حالات اور خصوصیات بتلانے چاہئیں۔ اُس کو دکھانا چاہئے

کہ بہار کی آمد پر سوتا ہوا بیج کیوں کر زمین میں سے اُگنے لگتا ہے اور
چھوٹے چھوٹے پتے اور نرم نرم پتے اپنے مخملی گہواروں میں سے
کیوں کر نکلتے ہیں۔ یہ سب کام آفتاب ہی کا ہے جس کی روشنی اور
حرارت کی کرنیں ان درختوں کو سبز خلعت پہنا دیتی ہیں اور چراگاہوں
اور سبزہ زاروں کو رنگ رنگ کے پھولوں سے مرصع کر دیتی ہیں۔
اسی ضمن میں اُس کو آفتاب کے طلوع و غروب کے منظر اور پو پھٹنے
کا سماں اور شفق پھولنے کا نظارہ دکھا سکتے ہیں۔ رات کے وقت اُسے
چاند کے حالات سنا سکتے ہیں جس کا وہ اُسی زمانہ سے مشتاق تھا جبکہ
وہ اپنے گہوارے میں پڑا پڑا چاندنی راتوں میں اپنے ننھے ننھے ہاتھ
بڑھا کر اسکو پکڑنا چاہتا تھا۔ اس طرح کھیل ہی کھیل میں اُس کو علم
ہیئت کی بہت سی باتیں اور آسمان کے بہت سے عجائبات
سے واقف کر سکتے ہیں۔
بارش کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ حرارت خانم کی

بدولت پانی کا بھاپ بن کر اُڑ جانا اور پھر سردی بیگم کا اس کو اُلٹ ڈھکیل دینا، اُس کا کبھی کُہر اور کبھی شبنم اور کبھی بادل بن جانا قدرت کا ایک عجیب افسانہ ہے۔ چند دن میں بچہ خود ہی سمجھنے لگے گا کہ کالی برسنے والی گھٹائیں کونسی ہیں اور روئی کے گالوں کی طرح سے اُڑتے ہوئے ابر خشک کونسے ہیں۔ وہ دھنک کو دیکھکر حیران و متعجب ہوگا مگر جب اُس سے یہ کہا جائے گا کہ یہ عجیب آسمانی کنٹھا حقیقت میں چھوٹے چھوٹے پانی کے قطروں کا ایک ہار ہے جن میں سورج کی انھیں کرنوں نے یہ اودے، نیلے، ہرے، پیلے اور لال رنگ پیدا کر دیئے ہیں جو پھولوں اور پتوں اور تیتریوں اور بھونروں کو اُنکے رنگین لباس پہناتی ہیں۔

ان چیزوں کے متعلق بچوں کے خیالات بھی بعض وقت نہایت ہی عجیب اور دلچسپ ہوتے ہیں۔ جیسے ایک لڑکی نے گھاس پر شبنم کو دیکھ کر کہا تھا کہ "گھاس روتی ہے" اور تیتریوں کو کہا کہ "اُڑتے

ہوئے پھول ہیں؟"

اگر ہم سے بچہ برابر سوال کیئے جائے تو ہم کو حتی المقدور اُس کو معقول جواب دیتے رہنا چاہیئے۔ جیسے ایک بچے نے اپنی ماں پر سوالوں کی بوچھار کر دی تھی کہ مینڈک کیا کھاتے ہیں اور چوہیاں کیا کھاتی ہیں اور پرندے کیا کھاتے ہیں اور وہ رہتے کہاں ہیں اور اُن کی گلی کا کیا نام ہے اور خود اُن کا کیا نام ہے۔ ہم کو بچوں کی قوت مطالعہ و مشاہدہ بھی تعجب خیز معلوم ہوگی بشرطیکہ اُن کے مذاق کے مناسب چیزیں اُن کو دکھائی جائیں جیسے ایک چھوٹی سی بچی نے چمگادڑ کی بابت کہا تھا۔

"وہ ایک چھوٹی سی بدصورت چوہیا ہوتی ہے جس کے ربڑ کے پر ہوتے ہیں اور بوٹوں کی ڈوریوں کی دُم ہوتی ہے اور جو بھتنے کی سی طرح جھپٹ جاتی ہے۔"

اگر ممکن ہو تو عمر کی مناسبت سے بچوں کو اس بات کی ترغیب

دینی چاہیے کہ وہ خود نمونے فراہم کریں تاکہ یوں اُن کو خود تحقیق اور
مشاہدہ کرنے کا شوق ہو یہی شوق تھا جس نے ڈارون۔ ہکسلے، اور
ایڈیسن جیسے لوگ پیدا کردیئے لیکن بچے ایسی چیزیں نہ جمع کریں
جن میں اُن کو جان لینے کی ضرورت پڑے اُن کو پھول، پتے
اور مختلف قسم کی گھاسیں وغیرہ خشک کرکے محفوظ رکھنے کے طریقے
بتا دینے چاہئیں اور اُن کے ناموں اور تاریخوں کے اندراج کی
ہدایت کردینی چاہیئے۔ اسی طرح سے سیپیاں، گھونگے، کوڑیاں
اور اور مختلف چیزیں جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔
کملوں کو دیا سلائی کی ڈبیوں میں بند کرکے گھر لے جائیں اور
وہاں اُن کو ایسے صندوق میں رکھنا چاہیئے جن کے دو پہلوؤں میں
باریک تاروں کی جالی لگادی جائے اور اُن کو عموماً وہی درخت
کھانے کے لیئے دینا چاہیئے جن کی شاخوں پر وہ پائے گئے تھے۔
اس کے علاوہ صندوق میں کچھ گیلے کپڑے اور مٹی اور چھال وغیرہ

ڈال دینی چاہیئے۔ اس طرح اُن کے کوے بنانے کا تماشہ اور اُن کے کریسلس بننے کی سیر اور اگر کوئی تیتری یا پروانہ اس حالت میں کسی پتے پر انڈے دیدے تو پھر ابتدا سے انتہا تک اُن کی زندگی کی تمام حالتیں دیکھ سکتے ہیں۔

اس کے بعد چونکہ قدرت کے کام درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہیں اس لیے جوں جوں بچہ بڑا ہوتا جائے اُسی قدر اُس کو زیادہ واقفیت حاصل ہوتی جانی چاہیئے۔ اگرچہ اس زمانے میں بھی اُس کو مشکل مشکل نام اور پیچیدہ اصطلاحیں یاد کرانے کی ضرورت نہیں۔ نیز یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ بچپن کا زمانہ زیادہ تر مشاہدہ اور معائنہ کے مناسب ہے اور اُس میں بالخصوص تمام جاندار چیزوں کی محبت دل نشین کرنی چاہیئے اس لیے جانوروں کی چیر پھاڑ سے بالکل پرہیز کیا جائے ابھی سے اُس کو یہ بات سمجھا دینی چاہیئے کہ درخت بھی جاندار ہیں اور اُن کے تنے پتے اور جڑیں اُن کے ہاتھ پاؤں اور

منھ کا کام دیتی ہیں۔ اُن کو بتلانا چاہیئے کہ درخت اپنے پتوں کے
چھوٹے چھوٹے سوراخوں کے ذریعے کیوں کر سانس لیتے ہیں اور اپنی
جڑوں کی وساطت سے زمین میں سے کیوں کر غذا اور پانی جذب
کرتے ہیں۔ اُن کے تنوں، پتوں، پھولوں اور شگوفوں کو کس طرح
اُٹھا کر سورج کی روشنی تک پہنچاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد بچوں کو یہ
بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ چیزیں ہمارے کیا کیا کام آتی ہیں۔ بعض
درختوں کی جڑیں ہم کھاتے ہیں جیسے گاجر، مولی، شلجم۔ بعضوں کے
پتے اور پھول کھاتے ہیں جیسے گوبھی اور کرم کلا۔ ان کو کیڑے بھی کھاتے
ہیں اور غالباً وہ سمجھتے ہوں گے کہ اللہ میاں نے گوبھی اُنھیں کے لیئے
بنائی ہے۔

ہم کو چاہیے کہ ایک کلی کو لے کر بچے کو دکھائیں اور اُس کو سمجھائیں
کہ پھول کیوں کر بنتا ہے۔ اس کی پنکھڑیاں کیسی خوبصورتی اور احتیاط
سے تہ کی ہوئی اپنے سبز مخمل کے خانے میں رکھی ہوئی ہوتی ہیں

اور نئی کونپلیں اپنی شاخوں میں سے کیسی اچھی نکلتی ہیں۔ اسی طرح
رفتہ رفتہ بچے کو مختلف پھولوں کے رنگ، صورتوں اور اُن کے کھلنے
کے موسم اور اُن کے بیجوں کی نگہداشت اور اُن کے مختلف حصوں
کی شناخت کا علم ہو جائے گا۔ ہم کو چاہیے کہ ایک مٹر کو کاٹ کر بچے
کو دکھائیں کہ قدرت نے درخت کا نقشہ کیوں کر اُس کے اندر امانت
رکھا ہے اور جاڑے وغیرہ مخالف اسباب سے اُس کی کیسی حفاظت
کی ہے اور اُسی کے اندر اُس کی ابتدائی غذا بھی مہیا کر دی ہے
جب حرارت کے اثر سے اس بیج میں نمو ہوتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ
بڑھنے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے اوپر کے چھلکے کو پھاڑ کر زمین
میں سے سر نکالتا ہے۔ مناسب ہے کہ بچہ خود سرسوں یا مٹر یا سیم
وغیرہ کے بیجوں کو اُگا کر قدرت کے اس عجیب کرشمہ کا مشاہدہ کرے
اسی طرح سے اُس کو پھلوں کے رنگ اور صورتوں اور فائدوں کی
تعلیم دی جا سکتی ہے وہ جان لے گا کہ پھل حقیقت میں بیجوں کے گہوارے

ہیں اور درختوں کی تمام کوشش انھیں کے پیدا کرنے کے لیے تھی پہلے یہ پھل چھوٹے چھوٹے اور ہرے تھے لیکن آہستہ آہستہ سورج کی کرنوں نے ان کو پکا کر خوش ذائقہ اور خوش رنگ کر دیا۔

اسی طرح ہم کو جانوروں کے مختلف اعضاء اور مختلف حصوں کی بابت تعلیم دینی چاہیئے تاکہ بچہ اُن کو پہچان کر ایک دوسرے سے ممتاز کر سکے حتی المقدور ہم کو چاہیئے کہ بچہ کو خود اُن کے دیکھنے اور چھونے کا موقع دیں۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ بچہ ان چیزوں کی تقسیم درجہ بدرجہ علم حیوانات کے اعلیٰ اصول کے موافق کرے۔ اس کے لیے فقط اتنا ہی کافی ہے کہ ان اعضاء کے ظاہر فرق یا مشابہت کے لحاظ سے اُن کی درجہ بندی کرے کیونکہ اُس کی قوت مشاہدہ اسی سے بڑھے گی اور اس سے اُس کو صحیح واقفیت حاصل ہوگی۔ اُس کو بتلانا چاہیئے کہ یہ جانور کہاں رہتے ہیں؟ کیا کھاتے ہیں؟ کیسے بات چیت کرتے ہیں۔ کہاں رہتے سہتے ہیں۔ ان کا لباس کیسا ہوتا ہے

کس قسم کے اوزاروں سے کام کرتے ہیں اور کس قسم کے ہتھیاروں سے اپنے آپ کو دشمنوں سے بچاتے ہیں کیونکر اپنے بچوں کو پالتے پوستے ہیں اور ہمارے کس کام آتے ہیں۔

ہم کو ان تمام چیزوں کی درجہ بندی اس طرح سے کرانی چاہیے کہ پہلے وہ سب چیزیں جن کو بچہ دیکھتا یا چھو سکتا ہے اُن کو جاندار یا بے جان ہونے کے لحاظ سے دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنا چاہیے۔ پھر جاندار چیزوں کو حیوانات اور نباتات میں تقسیم کیا جائے۔ پھر جانوروں کو ریڑھ دار اور بے ریڑھ کی ہڈی کے جانوروں میں منقسم کریں اور مثال کے طور پر اس کو سمجھا دینا چاہیے کہ تمام پرندے اور مچھلیاں بھی انسان کی طرح ریڑھ دار جانوروں میں سے ہیں۔ اس کے برخلاف مکھی، کیکڑا اور کیچوے وغیرہ بے ریڑھ کے ہوتے ہیں۔ ان کو یہ بھی بتایا جائے کہ بے ریڑھ کے جانور عموماً اپنے پہلوؤں کے دو سوراخوں کے ذریعہ سانس لیتے ہیں اس کے برخلاف ہم منھ سے سانس لیتے ہیں۔ اس کے

بعد ریڑھ دار جانوروں کی قسمیں اس لحاظ سے کی جایئں کہ اُن میں سے
بعض اپنے بچوں کو خود دودھ پلاتے ہیں جیسے انسان اور بکری،
گائے، بھینس وغیرہ۔ اور بعض وہ ہیں جو اس کے برخلاف اپنے بچوں
کو خاص طور پر پرورش کرتے ہیں جیسے پرندے وغیرہ۔
بچے کو بتلانا چاہیئے کہ قدرت نے پھولوں کو شوخ رنگ اور عمدہ خوشبوئیں
اس لئے دی ہیں کہ تیتریاں اور شہد کی مکھیاں اُن کی طرف آئیں۔
یہاں تک کہ اُن پھولوں کے بعض نشانات اس قسم کے ہیں جن سے
مکھیوں کو شہد کا پتہ لگ جاتا ہے اور پھر بھی جانور
شہد کی تلاش میں اُن پھولوں کے زیرگل کو اپنی بال دار
ٹانگوں میں چپکا کر ایک پھول سے دوسرے پھول تک پہنچاتے ہیں
اور خدا کی قدرت ہے کہ اس اختلاف سے اُن میں بیج پڑ جاتا ہے
پھر جب پھول مرجھا کر گر پڑتا ہے تو بعض بیج ایسے ہوتے ہیں جن کو
قدرت نے سامان پرواز عطا کیا ہے۔ چنانچہ یہ اپنے درخت پر سے اُڑکر

متفرق مقامات پر پھیل جاتے ہیں اور اُن سے اُسی قسم کے اور درخت پیدا ہو جاتے ہیں۔

ہم کو یہ سمجھانا چاہیئے کہ مثلاً گلاب کے پھول کے کانٹے جریئنیم کے شگوفہ کے بال بعض اور درختوں کے ڈنٹھلوں کا گوند اور اُن کے تنوں کا روان قدرت نے اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ اُن پر بے جا حملہ نہ کیا جا سکے۔ اسی طرح سے اُس کو یہ بتلانا چاہیئے کہ اکثر جنگلی جانوروں کے رنگ اور دھاریاں اُن کی حفاظت کے لیئے دی گئی ہیں تاکہ یوں اپنے آس پاس کی چیزوں میں مل کر دوسروں کی نظروں سے مخفی ہو جائیں۔ غیر ملکوں کے جانوروں وغیرہ کے حالات اور اُن کی عادتیں اور طرز بود و باش کو تصویروں کے ذریعے بچوں کے دلنشین کرنا چاہیئے۔ یہ مضمون نہایت وسیع اور نہایت دلچسپ ہے اور والدین کو چاہیئے کہ مختلف کتابوں کی مدد سے اپنی واقفیت بڑھا کر بچوں کی معلومات بڑھانے کی کوشش کریں۔

اس کے ساتھ یہ بھی مفید ہے کہ بچہ جن چیزوں کو دیکھے اُن کی خود
تصویر بنانے کی کوشش کرے اور پھولوں وغیرہ کے خاکے میں وہ
خود ہی اُن میں رنگ بھی بھرے۔ یہ باتیں اُسی کے مذاق اور انتخاب
پر چھوڑ دینی چاہئیں اور اپنی طرف سے کچھ رہنمائی کرنے کی ضرورت نہیں
غالباً اس میں سب سے زیادہ مفید چیز ڈرائنگ ہے۔ اگر بچے کے اندر
وہ خاص قابلیت ہے جو نقاش و مصور کے لیے لازم ہے تو چند ہی دن
میں اس کا پتہ لگ جائے گا اور پھر اُس کی تعلیم میں خاص اہتمام چاہیے
لیکن اگر وہ اُن کثیر التعداد لوگوں میں سے ہے جن میں یہ خاص قابلیت
نہیں پائی جاتی تب بھی اپنی دیکھی ہوئی چیزوں کا خاکہ اُتارنے سے
اُس کے ہاتھ اور آنکھ کی بڑی تربیت ہوگی اور آئندہ زندگی میں اس
سے بڑی مدد ملے گی۔ چنانچہ طب اور سائنس کے طالب علم اور نوخیز
انجنیر اس کی ضرورت کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ ان کے علاوہ بڑھئی۔ سنار،
درزی وغیرہ کے پیشوں کی تکمیل بھی اس کے بغیر مشکل ہے۔

ڈرائنگ سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بچہ ہر ایک چیز کو زیادہ غور
اور احتیاط سے دیکھتا ہے اور جس چیز کو دیکھتا ہے اُس کا نقش اُس کے
حافظہ پر زیادہ گہرا اور دیرپا ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نوع انسان نے
سب سے پہلے اپنے خیالات کا اظہار ڈرائنگ کے ذریعہ سے کیا ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کے لیئے یہی قدرتی طریقۂ تحریر بھی ہے
لیکن بچے کی ابتدائی مشق بھی ہونی چاہیئے کہ وہ جس چیز کو جیسا دیکھتا
ہے بعینہٖ اُسی طرح بنائے اُس کے لیئے چاہیئے کہ وہ کسی آسان چیز کو
اپنے سامنے رکھ کر خاکہ کھینچے لیکن یہ کبھی مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی
تصویر کو سامنے نہ رکھ کر خاکہ کھینچے۔

ابتدائی سبق

بچہ کے دماغی نشو ونما کی تفصیل سے پہلے عام طور پر انسانی دماغ

کی ماہیت کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ جوان آدمی کا دماغ بہت سے سفید
چھوٹے چھوٹے ذرات پر مشتمل ہوتا ہے جو سب کے سب ایک
جھلی میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور پھر اُس کے اندر چند نمایاں حصوں
میں منقسم ہوتے ہیں۔ ان خوردبینی ذروں میں سے ہر ایک کی کئی کئی
شاخیں ہوتی ہیں جن سے باہم یہ ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے ہیں
اور ان میں سے بعض بعض کے سپرد خاص کام ہوتے ہیں۔ اسی
سفید مادہ میں سے لمبے لمبے باریک ریشے نکلتے ہیں اور پھر وہ اُن کی
بتیاں سی بن کر دماغ میں سے نکل کر ریڑھ کی ہڈی میں سے ہوتی ہوئی
تمام جسم میں پھیل جاتی ہیں اور یہی اعصاب کہلاتے ہیں۔ اور ان کے
ذریعے سے دماغ تمام جسم سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ اس تمام انتظام کی مثال
ایسی ہی ہے جیسے کسی بڑے شہر کا سلسلۂ تار برقی۔ دماغ بالکل وہی
کام کرتا ہے جو صدر تار گھر کے اُس کمرے میں ہوتا ہے جس میں
تمام تار جمع ہوتے ہیں اور جہاں بجلی پیدا کرنے کا سامان ہوتا ہے

اعصاب اُن تاروں کے مشابہ ہیں جو اس مرکزی مقام سے دور دراز کے مقامات تک خبریں پہنچاتے ہیں۔ ان کا ریڑھ کی ہڈیوں میں سے گزرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی تار کا کسی بڑے تار گھر میں موصول ہونا اور پھر وہاں سے ہاتھ پاؤں اور اور اعصاب میں پہنچنے کی مثال یہ ہے جیسے اُس تار گھر سے لوگوں کے گھروں پر اطلاعیں پہنچانا۔ یہ تار ہر وقت کام کرتے ہیں مثلاً جب اُنگلی کسی گرم چیز سے لگتی ہے تو فوراً ایک اطلاع اعصاب کے ذریعہ سے دماغ تک پہنچتی ہے اور وہ فوراً ایک دوسرے تار کے ذریعے اُنگلی کو سکڑنے اور الگ ہٹنے کا حکم دیتا ہے۔

حواس ظاہری یعنی چھونے، چکھنے، دیکھنے، سننے اور حرکت کرنے کے پیغام تو بچے کی پیدائش کے دن سے برابر آنے جانے لگتے ہیں لیکن ان کے معنوں پر غور کرنے اور سوچنے کی طاقت اور اپنے تمام کاموں کو اپنے ارادہ کے ماتحت رکھنے کی قوت رفتہ رفتہ

حاصل ہوتی ہے جبکہ اُس میں اپنی شخصیت کا احساس ہونے لگتا
ہے اُس وقت دماغ کی سطح کی شکنیں کھلنے اور پختہ ہونے لگتی ہیں
کیونکہ دماغ کی بڑی عمدہ تعریف وہی ہے جو ایک لڑکی نے کی تھی
جبکہ اُس نے کہا کہ دماغ جسم کا وہ حصہ ہے جس سے آدمی سوچتا ہے
اور جس قدر زیادہ سوچتا ہے اُسی قدر اس میں سلوٹیں پڑتی جاتی
ہیں۔ پیدایش کے وقت بچے کے دماغ کا وزن ایک پاونڈ سے
کچھ کم ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد یہ جلد جلد بڑھنے لگتا ہے۔ سات برس
کی عمر میں دو پاؤنڈ سے کچھ کم ہوتا ہے۔ چودہ برس کی عمر میں تین پونڈ سے
کچھ کم اور جوانی کی حالت میں تین پونڈ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ نوزائیدہ
بچے کے دماغ کے ذرے چھوٹے ہوتے ہیں اور اُس کی شکنیں
بھی بہت خفیف اور مبہم ہوتی ہیں اور اُس کے سفید اور بھورے مادہ
کا فرق بھی نمایاں نہیں ہوتا۔ البتہ وہ اعصاب جو ریڑھ کی ہڈی سے
جسم کے مختلف حصوں میں جاتے ہیں اور وہ جو آنکھ، کان، ناک

تک پہنچتے ہیں وہ کافی نشو ونما یافتہ ہوتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے
کہ بچپن میں اعصابی کیفیت بہت ناپائدار اور ناقابل اعتبار ہوتی ہے
دماغ نیا بنا ہوتا ہے اور اس کے کام کرنے والوں کو اپنے کام کی
مہارت اور مشق نہیں ہوتی۔ اُس کی قوتِ انضباط کم ہوتی ہے اور
جسم کے مختلف حصوں کے تار گھروں کو اپنا کام خود ہی کرنا پڑتا ہے
اس لئے وہ ذرا سی بات سے بہت جوش میں آجاتے ہیں اور جب
زیادہ پیغام آتے جاتے ہیں تو وہ جلدی تھک جاتے ہیں۔ اسی سبب
سے جب بچے کی صحت خراب ہوتی ہے یا جب وہ ڈر جاتا ہے
یا جب اُس کے دانت نکلتے ہوتے ہیں تو اُس کو دورے ہوتے
ہیں یا جب اُس کو ٹھنڈ لگ جاتی ہے یا اُس کو بدہضمی کی شکایت
ہوتی ہے تو اُس کا ٹمپریچر بہت جلدی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ بچے کو زیادہ جوش میں لانا یا ڈرانا نہ چاہیئے بلکہ کسی
طرح بھی اُس کے دماغ پر زیادہ زور نہ ڈالنا چاہیئے۔ دماغ کی ترقی نہایت

پیچیدہ اور مشکل طریقوں سے ہوتی ہے اور جب تک یہ ترقی ہوتی رہتی ہے۔ تب تک بچے کے مزاج کی کیفیت یہی رہتی ہے۔ اگر ہم عقلمند ہوں تو ہم کو چاہیئے کہ بچے کو محرکات سے بچائیں، اُس کو کافی وقت تک سونے دیں اور اُس کی غذا میں چائے، کافی اور الکحل کا جزو بالکل نہ ہونا چاہیئے۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے بچے کی صحیح اصول پر تربیت کرنے کی کیسی ضرورت ہے کیونکہ جو عادتیں اس وقت پڑ جاتی ہیں دماغ کا نمو بالکل انھیں کے مطابق ہوتا ہے اور پھر اُن کی اصلاح تقریباً ناممکن معلوم ہوتی ہے کیونکہ دماغ کمزور اور ناکمل ہوتا ہے اس لیئے بچپن میں اس پر زیادہ بار نہیں پڑنا چاہیئے اور کم سے کم سات برس کی عمر تک بچہ کو مدرسہ نہیں بھیجنا چاہیئے بلکہ اگر بچہ تیز اور ذہین، ضعیف الاعصاب ہو تو مناسب ہے کہ اس کے بعد بھی اُسے سال دو سال تک مدرسے نہ بھیجا جائے اُس کا بچپن کا زمانہ جس قدر طویل ہو اُسی قدر بہتر ہے اور

اس اثنا میں وہ آزادی سے صرف سننے اور دیکھنے سے جس قدر باتیں سیکھ سکے سیکھ لے۔ اس طرح بچہ اپنی آیندہ زندگی کی محنتوں کے برداشت کرنے کے زیادہ قابل ہو جائے گا۔

بچے کو تعلیم شروع ہی سے دینا چاہیئے لیکن اسکو کتابیں پڑھانے کی ضرورت نہیں بلکہ وہی تعلیم دی جائے جو اس کی طبیعت کے مناسب ہو۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں بچہ زیادہ تر مشاہدہ اور تصور سے کام لیتا ہے اس لیئے ان قوائے ذہنی کی تربیت اور استعمال کے واسطے ہم کو اسے ایسی چیزوں کی بابت تعلیم دینی چاہیئے جن کو وہ خود دیکھ اور چھو سکتا ہے اس کے بعد وہ زمانہ آئے گا جب وہ اون چیزوں کا تصور کر سکے گا جو اس نے کبھی دیکھیں۔ مدرسہ کے مقررہ نصاب اور ضابطہ کے کام بچے کے ناکمل دماغ پر سخت بوجھ ڈالتے ہیں اور وہ اتنی دیر تک اپنی توجہ کو ایک مضمون پر نہیں جما سکتا۔ یہ بات اس کی فطرت میں ہے کہ وہ ایک جگہ زیادہ

دیر تک نچلا نہ بیٹھے ورنہ اُس کی صحت پر بُرا اثر پڑے گا۔ اسی لیئے
کسی قسم کی باقاعدہ تعلیم کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور اُس کو جو
کچھ سکھایا جائے اُس میں یہی اصول پیش نظر رہے کہ وہ خود ہی ہر
ایک بات نکالے ہم صرف تھوڑی سی رہنمائی کرتے جائیں تاکہ اُس
کو کسی قسم کا دباؤ محسوس نہ ہو۔ غربا کے بچوں کی تعلیم اُن کے گھر پر
بالکل نہیں ہوتی۔ کیوں کہ اُن کی مائیں اول تو اس قابل ہی نہیں
ہوتیں اور اگر ہوں بھی تو وہ اُن کو اتنا وقت نہیں ملتا۔ ایسے بچوں کے
لیئے انفینٹ اسکول بہت ضروری اور مفید ہے جہاں اُن کو فروبل
کے خیال کے مطابق کنڈر گارٹن کے اصول پر تعلیم دی جائے تاکہ
وہ گلیوں میں آوارہ گردی کر کے کم سے کم بُری عادتیں سیکھنے سے
بچ جائیں لیکن اگر ایسا اسکول نہ ملے تو چار یا پانچ سال کے بچے کو جہاں تک
ممکن ہو گھر ہی پر تعلیم دینی چاہیئے اور اگر ممکن ہو تو یہ صورت اختیار
کی جائے کہ محلہ کے چند گھروں کے بچوں کے لیئے کنڈر گارٹن کی ایک

معلّم مقرر کر دی جائے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر گھر پر چھ ابتدائی سبق چھٹی سالگرہ کے بعد سے شروع کرائے جائیں اور حتی المقدور ماں اس خدمت کو انجام دے اور اس کی تعلیم مطالعہ قدرت ابتدائی جغرافیہ اور تاریخ اور عام معلومات پر مشتمل ہو اور جیسے وہ ذرا اور بڑا ہو جائے تو اُس کو لکھنے پڑھنے کی مشق کرائی جائے۔ غالباً اس سے کسی شخص کو انکار نہ ہوگا کہ لکھنا پڑھنا جماعت کی نسبت بہت آسانی اور عجلت سے سیکھا جا سکتا ہے اور جو لڑکا مدرسے میں داخل ہونے سے پہلے اس میں کچھ شدبد حاصل کر لیتا ہے وہ بہت فائدہ میں رہتا ہے۔ اس زمانہ کی تعلیم کے اوقات ہر ایک مضمون کے لیے پندرہ پندرہ منٹ سے زیادہ نہ ہوں اور وہ بھی صرف مکالمہ کی صورت میں ہو اور اُن کو ذاتی قصّوں سے دلچسپ بنایا جائے۔ اس قسم کی ہدایتوں کے متعلق ماؤں کے مطالعہ کے لیے متعدد کتابیں مل سکتی ہیں۔

یہ گفتگو میں چھ برس کے بچے کی عام تعلیم کے لیئے مفید ہیں اور اُن کا مدعا یہ ہے کہ بچے کو روزمرّہ کی چیزوں کی بابت نہایت دلچسپ طریقے سے سمجھا دیا ہے۔ یہ مکالمے نہایت سلیس اور عام فہم ہوں جو گھر میں یا گھر کے باہر کیئے جائیں لیکن اُن کا موضوع ہمیشہ کوئی ایسی چیز ہو کہ وہ خود اور اُسکی تصویریں موجود ہوں اگر اصل چیز نہ ہو تو تصویروں ہی پر قناعت کی جائے لیکن یہ صورت بہت زیادہ پسندیدہ نہیں

ہے کیوں کہ فروبل کے قول کے مطابق بچے کے دماغ کے حواس کسی
چیز کو اُسی وقت اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جب وہ اُن کے سامنے موجود
ہو اس کے بعد چیزوں سے تصویروں اور تصویروں سے علامتوں اور
علامتوں سے تصویر کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور حصول علم کے یہی زینے
ہیں۔ اگر ہوشیاری اور احتیاط سے کام کیا جائے تو یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے
کہ بالکل معمولی چیزوں کی نسبت بچے کو کتنی مفید اور دلچسپ باتیں
بتائی جا سکتی ہیں۔ بچہ کو جس قدر اس بات سے بے خبری رہے کہ اُس
کی تعلیم ہو رہی ہے اتنا ہی بہتر ہے۔ ماں اس کام کے لیئے مختلف
کتابوں سے مدد لے سکتی ہے اور قدرت کے کارخانہ میں سبق آموز چیزوں
کی کمی نہیں۔ مثال کے طور پر ہم مختلف چیزوں کے متعلق اشارے بیان
کرتے ہیں۔

روٹی کا ٹکڑا اس کی بابت بچے کو یہ بتایا جا سکتا ہے کہ روٹی کا ٹکڑا کیسے
تیار ہوتا ہے۔ اس کے ضمن میں کھیتوں میں ہل چلانے، بیج بونے،

درختوں کے اُگنے، دانے لگنے اور اُن کے پکنے اور پھر کھیت کٹنے کا حال کہہ سکتے ہیں، اس کے بعد اُس کے دانوں کی بھُسی الگ کرنے اور آٹا پسوانے اور گوندھنے اور روٹی پکانے کا ذکر کیا جا سکتا ہے اگر چاہیں تو اس کے ساتھ نان بائی کی دوکان کا حال بھی سنا سکتے ہیں۔

شکر — اس کے متعلق گنے کے کھیت کا حال سنا سکتے ہیں۔ پھر اُس کے کاٹنے، پیلنے اور جوش دے کر شکر بنانے کا ذکر ہو سکتا ہے۔ یہ بھی بتایا جا سکتا ہے کہ شکر کیلئے گنے کے علاوہ بعض اور چیزوں مثلاً چقندر وغیرہ سے بھی حاصل کیجا سکتی ہے۔

چائے — اس کے ساتھ چائے کی کاشت اُس کے چھوٹے چھوٹے درختوں کی کیفیت، پتوں کا توڑنا، اُن کو لپیٹنا، سکھانا اور گرم کرنا اور پھر بکسوں میں بھر کر بیچنے کے لئے بازار بھیجنا بیان کیا جا سکتا ہے۔

شہد — اس کے ضمن میں شہد کا چھتہ، اُس کا اندرونی انتظام اور نکھٹو اور کام کرنے والیوں اور اُن کی ملکہ کا حال کہا جا سکتا ہے بچے کو بتانا

چاہیئے چھوٹی چھوٹی سی محنتی مکھیاں اپنے چھتے کیسی عمدگی اور خوبصورتی سے بناتی ہیں اور اُن میں ہر ایک کے لیئے ایسے صاف ستھرے الگ خانے ہوتے ہیں۔ پھر اُن کا پھولوں میں سے رس کا چوسنا اور اُسے لاکر جمع کرنا اور اپنے بالدار پاؤں پر زیرگل کو ایک جگہ سے دوسری جگہہ پہنچانا نہایت دلچسپ قصہ ہے۔ خدا نے ان کو دشمنوں سے بچنے کے لیئے ڈنک دیئے ہیں۔ پھر ان مکھیوں میں اناتائیں ہوتی ہیں جو بچوں کے لیئے مومی گھوارے بناتی ہیں اُن کو شہد اور زیرگل سے پرورش کرتی ہیں اور جو زیرگل بچ جاتا ہے اُس کی ایک کالی سی ٹکیہ بنا کر جاڑے کے لیئے ذخیرہ کرتی ہیں۔ انڈے دینے کا کام ملکہ کے متعلق ہے اور جب ان کے بچے وہ عمدہ غذائیں کھا کر موٹے ہو جاتے ہیں جو اُن کی اناؤں نے اُن کے لیئے تیار کی ہے اور پھر ریشمی لباس پہن کر سو جاتے ہیں اور اُن کی اناتائیں اُن کے گھوارے کے دروازے موم سے بند کر دیتی ہیں تو جب اُن کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ سوراخ کرکے باہر نکل آتے ہیں اور

اُن کے پَر نکلے ہوئے ہوتے ہیں اور اُن کا رنگ دھاری دار بھورے مخمل کا سا ہوتا ہے ان میں جو شہزادی ہوتی ہے اُس کی شروع ہی سے ایک خاص غذا پر پرورش کی جاتی ہے اور جب وہ بڑی ہو جاتی ہے تو اپنے ساتھ بہت سی اور مکھیوں کو لے کر اپنی جداگانہ سلطنت قائم کرنے کے لیے اُڑ جاتی ہے اور کسی دوسری جگہ چھتہ بنا لیتی ہے۔

سوت کاتنا | اس کے متعلق روئی کے کھیت اور روئی کے پودوں کا حال بیان کرنا چاہیئے۔ پھر روئی کے گالوں کا ڈوڈوں میں سے نکلنا اور جمع کیا جانا اُس سے بنولوں کا علیحدہ کرنا پھر روئی کا کاتا جانا اور اُس سے کپڑے بننا وغیرہ قابل ذکر امور ہیں۔

اون | اس کے سلسلہ میں اون کا حال اور اُس کا استعمال اور پھر اُس کے ساتھ بکریوں کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

پیالی | اس کے متعلق مٹی اور اُس کی مختلف قسمیں کمہار اور اُس کا چاک

مٹی کا پکانا اُس پر روغن کرنا، چینی کے برتن تیار کرنا اور اُن پر طرح طرح کے نقش و نگار بنانا یہ سب باتیں بچہ کی دلچسپی کا باعث ہوں گی۔

بعض قسم کی گھاسیں | معمولی چراگاہ کی گھاس، خشک گھاس جو کاٹ کر رکھی جاتی ہے اور جانوروں کو کھلائی جاتی ہے۔ موسمی گھاسیں جیسے گیہوں، چاول، جوار، باجرہ وغیرہ جن کے بیج ہمارے لیے ایسے مفید ہیں۔ دریاؤں کے کنارے کی گھاس جیسے نرسل، پوری وار، نیشکر اور لمبے لمبے بانس یہ سب گھاس کی مختلف قسمیں ہیں اور بہت کارآمد اور دلچسپ ہیں۔

پھول | یہ بیان بچے کے لیے نہایت دلچسپ اور وسیع ہے چاہیئے کہ مختلف پھول دکھا کر بچے کو اُن کے درختوں کے حالات اور اُنکی عادتیں اور اُن کے فائدے وغیرہ بتائے جائیں۔ ان سبقوں میں بڑی ضروری بات یہ ہے کہ بچہ پھولوں کی قدر کرنا اور اُن سے محبت کرنا سیکھے اور اُس کی قوت مشاہدہ میں ترقی ہو۔ اس مقصد کے لیے

اُسے یہ بتانا چاہیئے کہ اکثر پھولوں کی حفاظت کے واسطے کچھ سبز پتیاں ہوتی ہیں جن میں پھول کھلنے سے پہلے لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ پھول کے اندرونی حصّہ کو اُس کا تاج کہو اور اُس کی آس پاس کی پتیوں کو اُس کی پنکھڑیاں یا اُس کے پر کہہ کر سمجھاؤ۔ اُس کو یہ بھی بتاؤ کہ بعض پھولوں کے بیچ کا حصّہ بالکل آنکھ سے مشابہ ہوتا ہے جیسے نرگس یا سورج مکھی |۔ اسی طرح سے اور مختلف پھول دکھلا کر اُن کی مختلف خصوصیتیں اُن کو سمجھانی اور بتلانی چاہیئیں۔ بعض پھول ایسے ہوتے ہیں جو اپنی شاخ پر تنہا جلوہ فرما ہوتے ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جن کے گُچھّے کے گُچھّے شاخوں پر ہوتے ہیں اور بالکل قدرتی گلدستے معلوم ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں اُس کو باغوں کے پھولوں اور خود رو پھولوں کے حالات جدا جدا بتلانے چاہیئیں جب بچہ ذرا اور بڑا ہو جائے تو اُس کو یہ بتلانا چاہیئے۔ کہ درختوں کی زندگی میں پتے کس قدر عجیب و غریب حصہ لیتے ہیں۔ وہ وہی کام کرتے ہیں جو ہمارے جسم میں پھیپھڑے کرتے ہیں

کیوں کہ ان کے سبز ذروں کے ذریعے سورج کی کرنوں کی مدد
سے درخت اپنی غذا جذب کر لیتے ہیں اور اُس مادہ کو گویا اپنا خون بنا کر
اپنی ڈالی ڈالی اور شاخ شاخ میں گردش دیتے ہیں۔ اُسے یہ بات
سمجھانی چاہیے کہ کیسی عجیب بات ہے کہ درخت بے جان مادہ کو
جیسے لوہا، یا چونہ یا کوئلے کو اپنے جسم میں داخل کر کے جاندار بنا دیتے ہیں
حالاں کہ ہم یہ بات نہیں کر سکتے۔ غرض۔ وہ تمام کام کرتے ہیں جو
ایک ذی حیات کو کرنے چاہئیں۔ وہ سوتے بھی ہیں۔ سانس بھی
لیتے ہیں، کھاتے بھی ہیں اور ہضم بھی کرتے ہیں۔ خود بھی بڑھتے ہیں
اور اُن سے اُن کی نسل بھی بڑھتی ہے۔

اُسے یہ بھی سمجھانا چاہیے کہ دیکھو مختلف درختوں کے مختلف حصے
اپنے اپنے کاموں کے لیے کیسے موزوں بنائے گئے ہیں مثلاً باغ
کے پودوں کے تنے نرم و نازک ہوتے ہیں اور جنگل کے درختوں کے
تنے نہایت موٹے، مضبوط اور بلند ہوتے ہیں تا کہ وہ بہت سے

پتوں کو سنبھال سکیں، اپنے مخالفوں سے مقابلہ کرسکیں۔ اور دور
دور سے اپنی غذا کھینچ سکیں۔ بعض درخت اپنے لئے غذا کا ذخیرہ
جمع کر رکھتے ہیں جیسے ناگ پھنی۔ غرض یوں اُس کے دل میں ان
باتوں کا شوق پیدا کرکے اُس کو آیندہ علم نباتات کے مطالعہ کی ترغیب
دینی چاہیئے اور اُس سے کہنا چاہیئے کہ جو عجائبات ہماری آنکھ دیکھتی ہے
اُس سے صدہا گنہ زیادہ عجیب باتیں خوردبین سے نظر آتی ہیں۔

مٹر یا سیم کے بیج | بچے کو بیج کی ساخت سمجھاؤ اور بتاؤ کہ وہ کیسے اُگتا
ہے اُسے دکھلاؤ کہ اصلی بیج کیوں کر چاروں طرف سے اپنی غذا
میں لپٹا ہوا ہوتا ہے اور پھر اس کے اوپر ایک سخت چھلکے کا لبادہ ہوتا
ہے جو اُسے ہر طرح سے محفوظ رکھتا ہے بعض بیج ایسے ہوتے ہیں کہ وہ
ہوا میں اُڑکر ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتے ہیں جیسے روئی کا بیج
جس کے بال و پر تو بیج کھسوٹ کر ہم اپنے کپڑے بنا لیتے ہیں۔ اُسے
یہ بھی بتاؤ کہ جو غلے ہم استعمال کرتے ہیں مثلاً گیہوں، چنا، چاول وغیرہ

وہ بھی بیج ہی ہیں۔ بہت سی ترکاریاں مثلاً مٹر، سیم وغیرہ بھی بیج ہیں۔ ان کے علاوہ اور مختلف قسم کے بیج جیسے ارنڈی کے بیج یا سرسوں کے بیج یا اخروٹ اور چلغوزے وغیرہ اور بہت سے کام آتے ہیں۔

آلو | بچے کو ایسی ترکاریوں کے متعلق باتیں بتلاؤ جو زمین کے اندر ہوتی ہیں جیسے آلو، پیاز، گاجریں وغیرہ اور پھر اس کے ساتھ اور ترکاریوں کے حالات کہو جن میں سے بعض محض پتے ہی پتے ہوتے ہیں بعض پھول ہوتے ہیں اور بعض ان کے بیج ہوتے ہیں۔

سیب یا کوئی اور پھل | بچے کو سیب کے درخت کا حال بتاؤ جس میں ایسے خوبصورت خوبصورت گلابی کلیاں لگتی ہیں اور پھر اس میں سرخ سرخ چھوٹی چھوٹی گولیاں لگتی ہیں جن میں سے شہد کی مکھیاں شہد نکالتی ہیں۔ پھر اسے بتاؤ کہ ان گولیوں کے اندر ننھے ننھے بیج کیسی احتیاط سے محفوظ ہوتے ہیں جب کلیوں کی پنکھڑیاں گر جاتی ہیں تو ان بیجوں پر سایہ کرنے کے لیے کچھ اور پتے نکل آتے ہیں پھر آہستہ آہستہ

جب یہ گولیاں ذرا بڑی ہو جاتی ہیں اور اُس کے اندر خوشگوار
گودا پیدا ہو جاتا ہے جس کو سورج کی شعاعیں پکا کر نہایت لذیذ
سیب بنا دیتی ہیں۔ نارنگی کا درخت زیادہ گرم ملکوں میں پیدا
ہوتا ہے اور بارہوں مہینے ہرا رہتا ہے ان کے چھوٹے چھوٹے
سے سفید خوشبودار پھولوں میں سے ہر ایک اس کے بیجوں کا
گہوارہ ہے جو آہستہ آہستہ پک کر زرد و خوش رنگ نارنگی بن
جاتا ہے۔ پھر بچے کو بتاؤ کہ نارنگیاں کیوں کر دور دور ملکوں میں
بھیجی جاتی ہیں اور اُن سے کیسے مربے بنتے ہیں۔ خوبانی اور
آڑو جن میں ایک ہی ایک بیضوی بیج ہوتا ہے اور جس کے چھلکے
کے اوپر باریک سفوف ہوتا ہے تاکہ اُس کو کیڑے نہ کھا دیں۔
اسی طرح سے اُس کو اور بہت سے مختلف پھل دکھلا کر اُن کے
دل چسپ حالات بتانے چاہئیں اسی کے ساتھ پھل دار درختوں
میں قلم لگانے کا بھی حال بیان کرنا چاہیئے۔

سونے کا زیور یا اشرفی اس کا مختلف قسم کی دھاتوں سے مقابلہ کرکے بتلانا چاہیے کہ یہ تمام دھاتوں میں سب سے زیادہ قیمتی اور خوبصورت دھات ہے۔ دھاتیں زمین کے اندر سے کھود کر نکالی جاتی ہیں۔ بعض وقت پہاڑوں کی چٹانوں کو بارود سے اُڑا دیتے ہیں پتھر کے جو ٹکڑے ایسے ہوتے ہیں جن میں سونا ملا ہوا ہوتا ہے اُن کو پیس کر مختلف طریقوں سے سونے کو الگ کر لیتے ہیں اور پھر اُسے کام میں لاتے ہیں۔

شترمرغ کا پر شترمرغ کا حال تبلاؤ کہ یہ افریقہ کے صحراؤں کا جانور ہے اور قد و قامت کے لحاظ سے تمام دنیا کے پرندوں کا سردار ہے۔ عام طور پر اس کے پر یوں حاصل کیے جاتے ہیں کہ لوگ ان کو پالتے ہیں اور ان کے پروں کی تجارت کرتے ہیں۔

ڈاک کا ٹکٹ اس کے متعلق دوستوں کو خط لکھنے کا ذکر، خط کے بھیجنے کے طریقے، ڈاک، ڈاکخانے۔ ریل اور تار کا ذکر کرو۔

دودھ	اس کے متعلق گائے، اُس کے رہنے کی جگہ، اُس کے کھانے پینے کی چیزیں، دودھ دوہنے، اُس کے جمانے اور گھی نکالنے اور اور مختلف چیزیں بنانے کا ذکر کرو۔
انڈا	اس کے ذیل میں مرغیوں کے کچھ مختصر حال اُن کے انڈے دینے، انڈے سینے اور بچے نکلنے کا ذکر کرو۔
اینٹ	مٹی کے گوندہنے اور سانچوں میں ڈہالنے اور پکانے کا حال بتلاؤ۔
کوئلہ یا جلتی ہوئی آگ	بچے کو بتلاؤ کہ کوئلہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک عام کوئلہ جو لکڑیوں کو جلا جلا کر حاصل کیا جاتا ہے اور دوسرا پتھر کا کوئلہ جو زمین میں سے کھود کر نکالا جاتا ہے۔ پتھر کا کوئلہ بھی درختوں ہی سے بنا ہوا ہوتا ہے جو بے حد زمانہ پہلے مختلف وجہوں سے زمین کے اندر دب گئے تھے اور زمین کی اندرونی حرارت نے اُن کو جلا کر کوئلہ کر دیا۔ بچے کو بتلاؤ کہ یہ کوئلہ کیسی مشکل سے کتنی گہری سرنگین کھود کر نکالا جاتا ہے اور

کیسے کیسے کام آتا ہے۔ عام طور پر گرمی اور روشنی بہم پہنچانے کے
علاوہ تمام کارخانوں اور ریلوں کے انجن بھی اسی سے چلتے ہیں۔

جھنڈے | بچے کو بتاؤ کہ مختلف سلطنتوں کے مختلف نشان ہوتے
ہیں اور ان سے مختلف کام لیئے جاتے ہیں ان کے ذریعہ سے
خشکی اور تری پر دور سے اشاروں میں باتیں کی جاسکتی ہیں قومی
غم اور خوشی کے موقع پر بھی ان کی مختلف علامتوں سے اس بات
کا اظہار کیا جاتا ہے۔

گھوڑے کا نعل | اس کے ضمن میں گھوڑے کا کچھ مختصر حال بیان
کرو اُس کا اور بیلوں کا فرق بتلاؤ اور گھوڑے کے لیے نعل کی ضرورت
بچے کے ذہن نشین کرو۔ کچھ جنگلی گھوڑوں کا حال بتلاؤ کہ اُن کو کس
طرح رسی کے پھندوں میں پکڑتے ہیں یہ بھی بتاؤ کہ گھوڑوں کی
مختلف قسمیں اور نسلیں ہیں جن میں سے خاص کر عربی گھوڑے
نہایت مشہور ہیں۔

سیپیاں بچے کو بتانا چاہیے کہ جن جانوروں کی ریڑھ کی ہڈی نہیں ہوتی اُن کے جسم کے اوپر اکثر ایک سخت چھلکا ہوتا ہے جو ان کے نرم جسم کی حفاظت کرتا ہے۔ ان میں سے بعض کے چھلکوں پر سخت بال ہوتے ہیں جیسے مکڑی۔ بعض کے سامنے کے حصہ پر سینگ کے مادہ کے غلاف ہوتے ہیں جو دھوپ میں جواہرات کی طرح جگ مگ کرتے ہیں جیسے مختلف قسم کے بھونرے اور بعض کے جسم پر اسی قسم کے سخت حلقے ہوتے ہیں جیسے شہد کی مکھی اور بعض کے اوپر ڈھال کی صورت کا سخت خول ہوتا ہے جیسے کچھوا اور کیکڑا وغیرہ۔ اسی کے ساتھ ان جانوروں کی مختلف عادتیں اور ان کی طرز بود و باش کا بھی ذکر کرو۔

اسفنج بچے کو بتلاؤ کہ اسفنج کیسا عجیب جانور ہے جو اپنے اس مختلف صورتوں کے گھر میں رہتا ہے جس کی بیسیوں چھوٹے بڑے دروازے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوتے ہیں تاکہ سمندر کا پانی انھیں

سے گزر کرتے مادہ کے ننھے ننھے اجزا کو اُس کی غذا بننے کے لیے
چھوڑ جائے۔ اور پھر خود دوسرے راستوں سے باہر نکل جائے۔
یہ بھی بتلاؤ کہ اس عجیب جانور کے جسم میں ذرا ذرا سے شگوفے نکلتے
ہیں اور پھر وہ اُس سے الگ ہو کر ننھے بالوں کی جھالر کے ذریعہ
سے تیرتے ہوئے سمندر میں بہہ جاتے ہیں اور پھر کسی چٹان پر
بیٹھ کر خود اپنا گھر بنا لیتے ہیں۔

دانۂ مرجان | بچے کو بتاؤ کہ یہ چھوٹا سا عجیب و غریب جانور گرم سمندروں
میں رہتا ہے اور حیرت انگیز مونگے کا درخت بن جاتا ہے۔ خدا
نے اس کو چھوٹی چھوٹی جھالروں کی ایک قطار عطا کی ہے جس
سے یہ لہروں میں سے اپنی غذا بین لیتا ہے اور اس کے ذریعہ
سے اپنے اردگرد ایک محل تیار کر لیتا ہے۔ اس کے جسم میں چھوٹی
چھوٹی شاخیں نکلتی ہیں ان کی بھی ویسی ہی ہاتھوں کی قطار اور
ویسا ہی ننھا سا سینہ ہوتا ہے۔ یہ شاخیں بھی اپنے گرد ویسا ہی

مکان بناتی ہیں اور خود غذا جذب کر کے بڑھتی ہیں اور یوں چند
دن میں ایک نہایت شاندار اور پیچ در پیچ درخت بن جاتا ہے۔
پھر اس میں سے بعض شگوفے الگ ہو کر اور درختوں کی بنا ڈالتے
ہیں اور یوں بڑھتے بڑھتے اُن کے جنگل کے جنگل ہو جاتے ہیں۔
جب یہ جانور مر جاتے ہیں تو ان کے جسم اور ان کے خالی گھر سب
جمع ہو کر بڑی بڑی چٹانیں اور جزیرے بن جاتے ہیں ان پر ہوا سے
ریت جمع ہو جاتی ہے اور پھر مختلف قسم کے بیج جو پانی میں بہ کر یا ہوا
میں اُڑ کر ان پر پہنچ جاتے ہیں وہ جڑ پکڑ لیتے ہیں اور پھر اُن پر پرندے
وغیرہ بسیرا لینے لگتے ہیں اور یوں یہ چھوٹے چھوٹے جزیرے آباد
اور سرسبز ہو جاتے ہیں اور عموماً دنیا کے خوبصورت ترین جزیروں
میں ہوتے ہیں۔

مچھلی | بچے کو اس کی صورت اور اس کے چمکتے ہوئے، کھپٹے، اس
کے خاص قسم کے ہاتھ پاؤں یعنی پر دکھلاؤ اور اسے بتاؤ کہ یہ جانور

اپنے گلپھڑوں کے ذریعے سانس لیتا ہے مچھلی کی بے شمار قسمیں ہیں جن میں سے بعض کے نام بتاؤ دریاؤں کی مچھلیاں اور قسم کی ہوتی ہیں اور سمندر کی مچھلیاں دوسری قسم کی۔ سمندر میں بعض اُڑتی ہوئی مچھلیاں بھی ہوتی ہیں۔ اسی کے ضمن میں مچھلیوں کے پکڑنے کے مختلف طریقوں کا بھی ذکر کرو۔

مکھی | بچے کو بتلاؤ کہ مکھی کے بھی دو ہی پر ہوتے ہیں۔ تیتریوں اور شہد کی مکھیوں کی طرح چار پر نہیں ہوتے اس کی ایک چھوٹی سی سونڈ ہوتی ہے جس سے وہ اپنی غذا چوستی ہے جب یہ پیدا ہوتی ہے تو بالکل ننگی، بے ہاتھ پاؤں کی چیز ہوتی ہے۔ پھر یہ کھا کر خوب موٹی ہو جاتی ہے اور سو رہتی ہے جب اٹھتی ہے تو پوری بنی بنائی مکھی ہوتی ہے۔

تیتری | بچے کو بتلاؤ کہ اس کے نرم جسم کے گرد چھوٹے چھوٹے سینگ کے مادہ کے حلقے ہوتے ہیں اس کے چھ پاؤں ہوتے ہیں

موٹی موٹی آنکھیں اور دو آنکڑے ہوتے ہیں اس کی ایک لمبی سی شہد چوسنے کی سونڈھ ہوتی ہے جس کو وہ لپیٹے رہتی ہے اور صرف ضرورت کے وقت کھولتی ہے۔ اس کے چار پر ہوتے ہیں جن پر بہت خوبصورت خوش رنگ چھلّے ہوتے ہیں۔ بچے کو تیتری کی زندگی کے مختلف انقلابوں کا حال بتاؤ۔

چیونٹی | چیونٹیوں کی باقاعدہ اور پُرمشقت زندگی بہت دلچسپ ہے۔ یہ ذرا ذرا سی کام کرنے والیاں اپنے پاؤں سے زمین کھود کر اپنے چھوٹے چھوٹے شہر بنا لیتی ہیں اور اپنے کمروں میں گھاس کے پتوں اور تنکوں سے شہتیر بناتی ہیں اور سڑکیں بھی درست کرتی ہیں۔ بچے کو بتاؤ کہ ان کی باقاعدہ فوجیں ہوتی ہیں جو دشمن سے مقابلہ یا لوٹ مار کرنے کے لیے جاتی ہیں۔ یہ جاڑے کے لیے دانے اکٹھے کرکے ذخیرہ رکھتی ہیں۔ اُن کی غذا پھولوں کا شہد، ترنجبین اور بعض کیڑوں کا عرق ہے۔ یہ چیونٹیاں بعض سبز رنگ

کی مکھیوں کو غلام بنا کر گایوں کی طرح سے دودھ دوہنے کے لیئے رکھتی ہیں۔ ان کے بچوں کی انائیں اور کھلائیاں مقرر ہوتی ہیں جو بچوں کو اپنے منھ میں لے کر دھوپ میں ہوا کھلانے کے لیئے لے جاتی ہیں۔ چیونٹیوں کی ہی ایک قسم دیمک بھی ہے جو زیادہ گرم ملکوں میں ہوتی ہے یہ اپنے شہر اور گھر لکڑی کے فرش میں بنا لیتی ہیں اور چیزوں کا کثرت سے نقصان کرتی ہیں۔ جنگل میں ان کے شہر بڑے بڑے مٹی کے ڈھیر ہوتے ہیں جو بعض وقت قدِ آدم سے بھی اونچے ہوتے ہیں۔

ہری مکھی اس کی چھ چھوٹی چھوٹی سی ٹانگیں ہوتی ہیں یہ صدہا انڈے دیتی ہیں جو ذرا دیر میں چھوٹے چھوٹے سے بےہاتھ پاؤں کے کیڑے بن جاتے ہیں اور جب جگہہ ہوتے ہیں اُس کو کھا کر بالکل برباد کر دیتے ہیں۔ اسی قسم کے بعض کیڑے وہ ہیں جن سے لاکھ حاصل ہوتی ہے۔

مینڈک یہ جانور خشکی و تری میں یکساں آرام سے رہتا ہے برسات کی راتوں میں اس کی آواز سارے جنگل کو سر پر اٹھا لیتی ہے۔ یہ بھی اپنی زندگی میں طرح طرح کے رنگ بدلتا ہے جاڑوں بھر سوتا رہتا ہے اور برسات میں پھر جی اٹھتا ہے۔

خرگوش اس کے لئے کان اور نرم ریشم کے سے بالوں کی کھال ہوتی ہے یہ زمین کھود کر اس کے اندر اپنا گھر بناتا ہے ماں اپنے بچوں کے لئے نہایت نرم گھاس اور بعض وقت خود اپنے جسم کے بال جمع کر کے گھر میں فرش کرتی ہے شام کے قریب یہ جانور اپنے بلوں میں سے نکل کر کھیتوں کے کناروں پر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے لمبے لمبے آگے کے دانتوں سے گھاس اور چھوٹے چھوٹے پودے وغیرہ کترا کرتے ہیں اور جب کسی کو آتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اچھل کر بھاگ جاتے ہیں۔

کرسی اس کے ضمن میں جنگل اور اس کے مختلف قسم کے درختوں

مثلاً ساگوان، شیشم وغیرہ کا ذکر کرو درخت کاٹنا اور ٹہنیاں چھانٹنا بڑے بڑے لٹھے دریا میں بہا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانا پھر اُن کو چیرنا، تختے وغیرہ نکالنا، لکڑہی، بڑھئی کی دوکان الماریاں وغیرہ بنانے کی دوکان اور جہاز بنانے کے کارخانے۔

بلی | اس کے متعلق اُس کے پنجے، اُس کے تلوؤں کی گدیاں اس کی کھردری زبان، اُس کی پوستین، اُس کا غسل، اُس کی خوراک، اُس کی گفتگو۔ شیر، تیندوا سب اسی کے رشتہ دار ہیں۔

پانی بارش | بچے کو یہ تبلاؤ کہ بارش کے قطرے کیوں کر زمین پر گرتے ہیں اور پیاسے درختوں کو سیراب کرتے ہیں اور آدمیوں اور جانوروں کے پینے کے لئے تازہ پانی بہم پہنچاتے ہیں۔ انہیں میں سے بعض قطرے جمع ہو کر تالاب بن جاتے ہیں۔ بعض

زمین میں جذب ہو کر چشمہ اور کنوؤں کی صورت میں نکلتے ہیں۔ بعض اکھٹے ہو کر بہنے لگتے ہیں اور دریا کہلاتے ہیں۔ اُسے بتلاؤ کہ یہ سب کچھ سردی کا اثر ہے جس سے شبنم اور بارش اور برف بنتا ہے۔

اُسے یہ بتلاؤ کہ گرمی میں جب زمین سوکھ جاتی ہے تو یہ ہوتا ہے کہ پانی کے ذرے گرمی سے بھاپ بن کر اُڑ جاتے ہیں اور ہوا میں معلق رہتے ہیں۔ پھر سردی اُس کو کبھی بادل بنا دیتی ہے جو مینھ بن کر برس جاتا ہے۔ کبھی اوس بنا کر گھاس اور درختوں کی پتیوں پر موتیوں کی طرح بکھیر دیتی ہے۔ بچے کو سردی کی تمام باتیں بتلاؤ۔

جب تمام دنیا آرام لیتی ہوتی ہے، پھولوں کے بیج سوتے ہوتے ہیں اور کونپلیں اپنی شاخوں کے غلاف میں چھپی ہوتی ہیں اور کیچھر، جھاؤ، چوہے، سانپ اور مینڈک وغیرہ

سوتے ہیں۔ جب بہت سے پرندے جاڑوں میں نقلِ مکان کر جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ پھر سورج میں تیزی آجاتی ہے اُس کو ان شمالی ملکوں کا حال بتلاؤ جہاں اکثر اندھیرا رہتا ہے اور سورج مہینوں تک نظر نہیں آتا۔

جہاں برف کے بڑے بڑے ٹیلے اور بڑے تودے سمندر میں تیرتے پھرتے ہیں۔ اس ملک کے باشندوں کو اسکیمو کہتے ہیں جو دریائی بچھڑوں اور مچھلیوں پر گزر کرتے ہیں اور برف کو کھود کر اُسی سے اپنی جھونپڑی بھی بناتے ہیں اور بارہ سنگوں کو جوت کر بے پہیے کی گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں۔

برف | بچہ کو بتلاؤ کہ سردی پانی کو جما کر برف بنا دیتی ہے جو برف ہم زمین پر بناتے ہیں وہ سخت اور ٹھوس ہوتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ کرہ ہوا کے اوپر کے حصہ پر بعض وقت پانی کے بادل جم جاتے ہیں اور روئی کے گالوں کی طرح زمین پر گر جاتے

ہیں یہ برف بہت نرم ہوتا ہے بعض وقت پانی کے قطرے بادلوں سے گرنیکے بعد زمین تک آتے آتے جم جاتے ہیں وہ اولے کہلاتے ہیں بعض وقت سرد ملکوں میں تالاب اور ندیاں جم جاتی ہیں۔ پھر جب گرمی کا زمانہ آتا ہے تو وہ اُس عجیب قفل کو کھولدیتا ہے اور پانی بہنے لگتا ہے۔

آفتاب — بچہ کو بتلاؤ کہ آفتاب اپنے ظاہری سفر میں کیا کیا کام کرتا ہے اُسی سے تمام گھڑیاں درست کی جاتی ہیں وہی روشنی اور گرمی کی کرنیں بھیجکر دنیا میں عجیب وغریب کام کرتا ہے اُسے بتلاؤ کہ آگ اور کوئلہ میں جو گرمی ہے وہ بھی اصل میں سورج ہی کی گرمی ہے جس کو لکڑی نے تمھارے استعمال کے لیئے محفوظ کر رکھا ہے اس سے درخت اُگتے ہیں اس سے پھل پکتے ہیں یہی پھولوں اور تیتریوں اور دھنک میں رنگ پیدا کرتا ہے اُسے ایک سہ پہل شیشہ دے کر بتلاؤ

کہ سفید رنگ کی چیزیں کیسے خوبصورت رنگوں سے رنگی ہوئی
معلوم ہوتی ہیں اور آتشی شیشہ سے کسی کپڑے یا کاغذ کو جلا کر سورج
کی کرنوں کی گرمی کا ثبوت دو بچہ کو سمجھاؤ کہ سورج کبھی نہیں سوتا
بلکہ جب وہ غروب ہو جاتا ہے تب بھی اور ملکوں میں جا کر وہی کام
کرتا ہے جو یہاں کر رہا تھا۔

ہوا | پتوں میں سرسراتی ہوئی ہوا۔ بچہ کو بتلاؤ کہ اُسکے چاروں
طرف ہوا کا سمندر پھیلا ہوا ہے جس میں وہ اور تمام جانور اور نباتات
سانس لیتے ہیں اور اس کے ذریعے سب آوازیں سنائی دیتی
ہیں۔ اور پھولوں کی خوشبوئیں دماغ تک پہونچتی ہیں اور اُسی
میں تمام پرندے اور تیتریاں اور مکھیاں اُڑتی پھرتی ہیں اسکی لہریں
ہیں جو کبھی نسیم اور کبھی آندھی بن کر چلتی ہیں یہی بادلوں کو ایک
جگہہ سے دوسری جگہہ لے جاتی ہیں اور یہی ان کو نیچے اوپر پہونچا کر
بارش بنا دیتی ہیں انہیں سے بادبانی جہاز سمندروں میں چلتے ہیں اور

ہوا کی چکیاں اپنا کام کرتی ہیں۔

جغرافیہ

جغرافیہ کے سبق ہمیشہ نقشوں تصویروں اور کرۂ زمین کی مدد سے دینے چاہیں۔ ریت کا ایک بکس بھی اس کے دلچسپ بنانے کے لئے ضروری ہے چاہیئے کہ اُسے ایک بڑی سی ٹین کی سینی میں ذرا گیلا کر کے پھیلا دیا جائے اور اس میں جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی درختوں کی شاخیں جانوروں اور آدمیوں کی تصویریں سیپیاں اور گھونگے وغیرہ رکھدیئے جائیں اس میں چھوٹی چھوٹی ندیاں اور سمندر اور پہاڑ اور جنگل بنائے جاسکتے ہیں اور یوں جغرافیہ کے ابتدائی سبق بچہ کے لئے نہایت دلچسپ ہوسکتے ہیں اور سطح زمین کی خشکی اور تری کی تقسیم اور جزیرے اور راسیں وغیرہ اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہیں۔ ماں بچہ کو مختلف ملکوں کے قصے سنا کر اس سینی میں ان کے مقامات سمجھا سکتی ہے اور اسی ضمن میں وہاں کی قدرتی اور مصنوعی

پیداواریں وہاں کی نباتی اور حیوانی اشیا اور وہاں کے رہنے والوں بچوں کی طرز بود و باش کا ذکر کر سکتی ہے اُسے چاہیے کہ پہلے دن ایک ملک کا حال سُنائے دوسرے دن کسی اور ملک کا تیسرے دن کسی اور جگہ کا تاکہ بچے کی طبیعت نہ گھبرائے اور اس کی دلچسپی قایم رہے ان واقعات کو تصویروں کے ذریعے اور بھی زیادہ دل کش بنایا جا سکتا ہے اور چند دن میں بچہ خود اس تختہ پر مقامات کے نشان اور وہاں کے لوگوں کے گھر وغیرہ بنانے لگے گا اور یہ اُس کا نہایت دل چسپ مشغلہ ہو گا مثلاً وہ اس میں افریقہ کا صحرا اور اُس کے نخلستان بنائے گا کہیں ہندوستان کے گھنے جنگل اور اُن کے وحشی باشندے ہوں گے کہیں فلیپنے نیلی اور کوہ آتش فشاں ہو گا کہیں اسکیمو کی جھونپڑی اور کہیں سائبیریا کے برفستان اور اس کی جھیلیں ہوں گی ۔ ماں ذرا غور کرے تو اس کو بہت سی ایسی چیزیں آسانی سے مل جائیں گی جن سے وہ ان حالات کو اور

زیادہ اصل سے مشابہ بنا سکتی ہے وہ اپنے مطالعہ کے لیے مختلف دلچسپ جغرافیہ کی کتابوں سے مدد لے سکتی ہے۔

تاریخ

ماں کو چاہیئے کہ تاریخ کے بڑے بڑے واقعات اور مشہور آدمیوں کے چھوٹے چھوٹے قصے بچے کو سنائے تاریخ کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسکی دلچسپی کے لئے قوتِ متخیلہ کی بہت ضرورت ہے اس لیئے جہاں تک ہو سکے بچہ کے گرد وپیش تصویروں وغیرہ کے ذریعے سے ایسے اسباب جمع کر دینے چاہئیں جو اُن قصوں کے حالات سے متعلق ہوں۔ اسی کے ساتھ جغرافیہ کے سبق بھی مِلا دینے چاہئیں بچہ کو تاریخوں اور نامانوس ناموں اور جزوی باتوں سے پریشان نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ بچہ چند دن تک ایک ہی شخص یا قوم یا ایک خاص زمانہ کے حالات کو سنتا اور اُن پر غور کرتا رہے اور جب وہ باتیں اُسے اچھی طرح سے یاد ہو جائیں تو پھر دوسرے حالات شروع کیئے جائیں۔ ہم عصر

قوموں کے حالات بھی نظرانداز نہیں کرنے چاہئیں اور قدیم قوموں کا علم الاصنام بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

حساب

اس زمانہ میں حساب سکھانے کی ضرورت نہیں گھنٹہ جسکو وہ ایک زمانہ سے شوق اور دلچسپی سے دیکھ رہا ہے اور جس کے ہاتھوں کی حرکت اُس کی اسکے کھانے اور کھیلنے اور سونے کا وقت بتایا کرتی ہے اُسی کے ذریعہ سے وہ ابتدائی ہندسوں کی شناخت کرنے لگے گا۔ ایک بچہ کی بابت کہا جاتا ہے کہ اُسنے خود اپنے لیئے گھنٹہ بنا لیا تھا جس میں ایک رکابی پر ایک چمچہ اور چھُری رکھ کر اُسے گھنٹہ فرض کر لیا تھا اور پھلوں کی چھوٹی چھوٹی گٹھلیاں پر ابرجن کر ان کے ہندسے بنا دیئے تھے اس قسم کا کوئی طریقہ ہم بھی استعمال کر سکتے ہیں ابتدائی آسان جمع تفریق پھلوں، بٹنوں، اور دیاسلائیوں وغیرہ کے ذریعے سے آسکتی ہے چھوٹے چھوٹے دانوں کو دو دو اور تین اور چار چار کرکے پرونے اور کھونے سے بھی اس میں مدد ملتی ہے اور

بعد میں انہیں کو قطار وار رکھ کر ابتدائی پہاڑے اور ضرب اور تقسیم سکھائی جا سکتی ہے۔ سکوں کی قیمت اس کو اپنی دوکان کے کھیل کے ذریعے سے معلوم ہو سکتی ہے اور اسی میں وہ ایک چھوٹے سے پیمانہ سے تین چار فٹ ماپنے اور تولنے اور چھٹانک وغیرہ کے اوزان سمجھ سکتا ہے۔

لکھنا چوتھے سال کے بعد الف ۔ بے ۔ تے کی تصویروں کی کتابیں اور حرفوں کے کھیل مشق تحریر کی ابتدا کے لیئے مفید ہیں۔ اسی سے وہ حروف کو پہچاننے بھی لگے گا اور اُن کا لکھنا سیکھ جائیگا اس کے لیئے ایک چھوٹا سا تختہ سیاہ اور چاک نہایت ضروری اور مفید لوازم ہیں کیونکہ بچہ جو کچھ مطالعہ کرتا ہے اُس کی نوک پلک اور باریکیوں کو اسکی بے سدہی آنکھ محسوس نہیں کر سکتی اس لیئے وہ جو کچھ لکھے یا جو کچھ پڑھے وہ روشن صاف اور جلی ہونا چاہیئے۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی انگلیوں کے نازک پٹھوں کو صحیح طور پر استعمال کرنا سیکھ سکتا ہے

اور ابتدا میں اُسکے حروف ضرور بھدّے ہوتے ہیں اس لیے اس
کو باریک لکھنے کی تکلیف نہیں دینی چاہیئے چند مہینے تک ایسی مشق
کے بعد پھر اُس کو کاغذ اور پنسل اور اُسکے بعد لکھنے کی کاپی دینی چاہیے
بچہ کو حتی المقدور سیدھا طرز تحریر سکھانا چاہیئے کیوں کہ ٹیڑھے حروف
اُس کی نظر اور رگوں کے لیے یکساں مضر ہیں۔
بچہ کو میز پر بالکل سیدھا بیٹھنا چاہیئے کیونکہ کاغذ یا کتاب پر زیادہ
جھکنے سے کمر خم ہو جاتی ہے۔ قلم انگوٹھے اور دو اُنگلیوں میں اس طرح
پکڑا جائے کہ ہاتھ کی ہتیلی کھُلی رہے اور قلم کی نوک اُنگلیوں کے
سرے سے ڈیڑھ انچ دور ہو اس بات کا بہت لحاظ رکھنا چاہیئے کہ
حتی المقدور بچے کی سطریں ٹیڑھی نہ ہوں بچہ کو سلیٹ کبھی نہیں دینی
چاہیئے۔ کیونکہ اگرچہ اس میں یہ فائدہ ہے کہ حرف آسانی سے مٹ
جاتے ہیں لیکن اُس کے حروف روشن نہ ہونے کی وجہ سے نظر
اس قدر تھک جاتی ہے جس کی کسی طرح تلافی نہیں ہوسکتی بچہ کو

مصنوعی روشنی میں بھی کبھی لکھنے نہیں دینا چاہئے اور ایک مرتبہ کے سبق کے لیے پندرہ منٹ بالکل کافی ہیں۔

پڑھنا

مدرسوں میں عام طور پر دو طریقے استعمال کئے جاتے ہیں ایک تو وہی پرانا طریقہ ہے جس میں بچہ کو الف بے تے پڑھائی جاتی ہو یہ طریقہ بالکل ناموزوں ہے دوسرا طریقہ آوازوں کے ذریعہ سے سکھانے کا ہے جو پہلے طریقہ سے بہت زیادہ بہتر ہے پہلے طریقہ میں بچہ حرفوں کے نام سیکھتا ہے اور جب ان کو پہچاننے لگتا ہے تو دو دو تین تین حرفوں کو ملا کر آسان لفظ پڑھنے کی مشق کرتا ہے اور ان کو پڑھنے میں جس طرح سے ہو سکتا ہے ان کے صحیح آواز نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ طریقہ بچے کے لیے بالکل غیر دلچسپ اور بے لطف ہے کیونکہ حرفوں کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں جس سے بچہ کی کچھ دلچسپی ہو وہ محض ایک خود ساختہ علامت ہے کوئی چیز نہیں۔ قدرتی طریقہ تعلیم کے لحاظ سے بھی یہ طریقہ مہمل اور غلط ہے

کیونکہ کوئی بچہ حرفوں کو جوڑ کر بات کرنا نہیں سیکھتا دوسرے طریقہ میں بچہ کو حرفوں کی آواز سکھائی جاتی ہے۔ نام نہیں بتائے جاتی اور بچہ حرف کو دیکھتے ہی اُسکا تلفظ ادا کرتا ہے اس آخری طریقہ پر زور دینا چاہیئے۔

عزیز ماؤں کی تعلیم کا یہی سب سے اچھا وقت بھی ہے لیکن یہ تعلیم صرف کانوں کے ذریعے ہونی چاہیئے اس لئے بعض والدین اپنے بچوں کے واسطے غیر ملکوں کی کھلائیاں رکھتی ہیں اس میں اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ وہ عورتیں بچہ کی مادری زبان کو بالکل استعمال نہ کریں تاکہ بچہ اپنی اس کو غلط نہ بولنے لگے۔
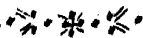
مدرسہ مین جانیکا زمانہ

اور

اُس کی احتیاطین

جب بچہ کی عمر قریباً آٹھ سال کی ہو اور وہ باقاعدہ اسکول
مین جانے کے قابل ہو تو مان کو بہت سی ضروری باتون پر غور
کرنا چاہیئے -

بچہ کا ابتدائی بچپن گذر گیا ہے اور اب وہ ایک نئی دنیا
مین قدم رکھنے والا ہے جس مین نئی ضرورتین نئی احتیاطین اور
نئے خدشے ہین مان کو بچہ کی جسمانی اور دماغی دونون تعلیمون
کے متعلق بہت سی باتون کا تصفیہ کرنا ہے مثلاً یہ کہ وہ کس قسم
کی ہو اور کس حالت پہ ہو کتنی دیر تک ہو اور کہان ہو ان سب

باتون کا فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہیئے مگر ان مین سب سے زیادہ
اہم سوال صحت کا ہے اس کے بغیر کسی قسم کی تعلیم نہین ہو سکتی
اور مان کو اپنے بچہ کی صحت کا لحاظ اور سب باتون پر مقدم
رکھنا چاہیئے اس کے لیئے کامون کو سمجھ لینا چاہیئے کہ خود مدرسون
مین پیش آنے والے خطرون کے علاوہ بچہ کی یہ عمر خود بھی بہت سے
خطرون سے پر ہوتی ہے اس لئے اس کو شروع ہی سے ان
سب باتون کا خیال کر کے اُن کے مناسب انتظام کرنا چاہیئے

ایام طالب علمی کے خطرات | یہ زمانہ بچہ کی جسمانی ساخت اور نظام
عصبی کے تغیرات کا ہوتا ہے کیون کہ اب اُس پر اس قسم کے
کامون کا بار پڑنے لگتا ہے جو اَب تک نہین پڑا تھا اور چند
سال بعد اُس کے جسم مین وہ تغیرات ہونے لگتے ہین جو اُس کی
جنسیت کے تعلق ہین شروع شروع مین مدرسہ کی پابندی اوقات
اور باضابطگی سے بھی بچہ پر بہت اثر پڑتا ہے۔ غالباً اس کے بعد

زندگی کے کسی حصہ مین ہم کو ایسی سخت پابندی نہیں کرنی پڑتی جیسی کہ
اس زمانہ مین اور اس سے پہلے تو یقیناً کبھی ایسی سخت پابندی
نہین کرنی پڑی تھی جیسی کہ اُس زمانہ مین اور خواہ اس امر کی کتنی
ہی کوششین کیون نہ کی جائین کہ یہ بار بچہ کے لئے خوشگوار
ہو جائے تاہم اس بات کو کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ ایک سخت بار
سے مدرسہ مین اور لڑکون سے ملنے جلنے کی وجہ سے بھی بہت
سی متعدی شکایتین پیدا ہو جاتی ہین -

مدرسہ کی تعلیم کے خطرات - مدرسہ کی تعلیم مین سب سے بڑا خطرہ دماغی
اور جسمانی کام کی زیادتی کا ہے اور اگر یہ دونون باتین بچہ کے
مزاج اور اس کے مخصوص حالات کے مناسب نہ رکھی جائین تو
اس کا اثر بالکل تندرست بچون پر بھی پڑتا ہے اور اگر بچہ مین
کسی قسم کا ضعف ہو تو پھر تو ان کا اثر بہت ہی نمایان ہوتا ہے مثلاً اگر
کسی کو ضعفِ ہضم کی شکایت ہو یا اس کا معدہ کمزور ہو یا اس کا

نظامِ عصبی ناقابلِ اعتبار ہو تو مدرسہ کے کام سے اسے سخت صدمہ پھونچے گا اور ممکن ہے کہ اس سے اس کی آنکھین کمزور ہو جائین کیون کہ نظر سے جتنا کام اب لیا جاتا ہے اتنا پہلے کبھی نہین لیا گیا اور پھر ایک اس شکایت سے تمام صحت کے بگڑ جانے کا ڈر ہے اسی طرح اگر پھیپھڑا یا دل کچھ کمزور ہو تو مدرسہ کے باقاعدہ کھیلون سے اُن پر زیادہ بُرا اثر پڑتا ہے اس لیئے مدرسہ کی تعلیم سے مستفید ہونے کے لیئے بچہ کی عام صحت بہت اچھی ہونی چاہیئے اس کا معدہ قوی ہو نظامِ عصبی درست ہو سینہ مضبوط ہو پھیپھڑے فراخ اور نظر عمدہ ہو۔

یہ تمام خوبیان مدرسہ مین جانے سے پہلے ہی بچہ کو حاصل ہونی چاہیئین ورنہ صرف اُس کے صحت ہی معرض خطر مین نہ ہوگی بلکہ اُس کا دماغ بھی کوئی مفید کام نہین کر سکے گا پھر اُس کے بعد مدرسہ مین اُس کو اپنی یہ تمام خوبیان برقرار رکھنی چاہیئین اور

اس کے لیئے ہمان کو تمام ضروری باتون پر غور کرنا ہوگا اس سے
یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مدرسہ کی تعلیم خواہ مخواہ صحت کو نقصان پھونچاتی
ہے اگر مدرسہ کے کام مین سے فضول یاد کرنے کی چیزون اور
حد سے زیادہ محنت کو نکالدیا جائے اور بچون کو آزادی حرکت،
صاف ہوا، عمدہ غذا اور کافی وقت سونے کے لیئے دیا جائے۔
اور اس کے کام کو دلچسپ بنا دیا جائے تو وہ حیرت انگیز دماغی
ترقی کرسکتا ہے انگلستان مین سلطنت نے ان تمام باتون کی نگرانی
خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور اب حال مین یہ قانون جاری ہوا
ہے کہ ہر ایک مدرسہ کے طالب علم کا طبی معائنہ ہوا کرے کیون کہ
صرف یہی کافی نہین ہے کہ بچہ دیکھنے مین تندرست معلوم ہو بلکہ ضرورت
اس بات کی ہے کہ حقیقت مین اس مین کسی قسم کی کمزوری نہ ہو
مدرسہ کی اندرونی صفائی کا انتظام اور نصاب کا تعین مدرسہ
کے افسرون کا کام ہے لیکن مدرسہ کا انتخاب کرنا اور بچہ کی تعلیم

مضمون پسند کرنا ماں باپ کے اختیار مین ہے اگر اس مدرسہ مین
بورڈنگ بھی ہو تو ماں کو خود یہ بات دیکھ لینی چاہیئے کہ وہان کس قسم کا
کھانا دیا جاتا ہے اور سونے کے واسطے کس قدر وقت مقرر ہے۔

بورڈنگ اسکول | بہت سی تمدنی اور معاشرتی ضرورتین اس بات
کی متقاضی ہین کہ بچہ ایسے اسکولون مین رکھا جاے۔ انگلستان کو بجا
طور پر اپنے پبلک اسکولون پہ ناز ہے اور اس مین کچھ شبہہ نہین کہ
بچہ کو ان مین بہت سے فائدے ہوتے ہین اور اگر بالفرض اسپنسر کا یہ
خیال درست بھی ہوا کہ ایسے مدرسون مین جسمانی طاقت اور خود مختارانہ
حکومت کا بہت زیادہ دخل ہے تاہم اس کے مقابلہ مین جو اور
بہت سے فائدے ہین وہ نظر انداز نہین کیئے جا سکتے ہین وہان لڑکے
کی جسمانی قابلیت ہی نشو و نما نہین پاتین بلکہ اُس کو آزادی جرارت
ہمدردی اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کی بھی عادت ہوتی ہی اس کے
علاوہ یہ مدرسہ آیندہ زندگی مین مفید کام کرنے اور مدارج علمی طے

کرنے کے لیئے بہت عمدہ طور پر تیار کر دیتے ہین۔ لیکن پبلک اسکول مین داخل ہونے سے پہلے ابتدائی مدرسون کے بورڈنگ ہوس ہرگز زیادہ مفید نہین ہوتے اور اگر اُن کے کچھ فائدے ہون بھی تو وہ اُنکی تلافی نہین کر سکتے سات سے تیرہ برس تک کی عمر مین بچہ کے لیئے گھر کے مفید اثرات نہایت ہی ضروری ہین اور کوئی چیز اس کا بدل نہین ہو سکتی اور اس زمانہ مین بورڈنگ اسکول صرف بچہ ہی کے لیئے بے حد نقصان کا باعث نہین ہوتا بلکہ اُس کے والدین کو بھی نقصان پہنچاتا ہے کیون کہ جو بچہ اس زمانہ مین زیادہ تر گھر سے باہر رہتا ہے وہ مان کے آغوش محبت اور باپ کے سایہ شفقت کا مفہوم سمجھ ہی نہین سکتا۔ اور نہ اس کے مان باپ اُسکے اوپر اپنا کچھ اثر قایم رکھ سکتے ہین کیونکہ ایسے حالات مین ہمدردی کا تعلق باقی رہنا ممکن نہین۔ مدرسہ کے ابتدائی سال جبکہ بچہ کو گھر کی آزادی کے بجاے مدرسہ کی پابندی کرنی ہوتی ہے ہر حیثیت سے خطرناک ہوتے ہین اور صرف مان

کی حفاظت اور نگرانی جو بچہ کی محبت اور ذاتی واقفیت پر مبنی ہو
اُسے ان سے بچا سکتی ہے بورڈنگ ہاؤس خواہ کیسا ہی عمدہ کیون نہو
لیکن پھر بھی وہ اسی ابتدائی تربیت کی جگہ نہین لے سکتا جو صرف
مان ہی کی محبت مین ہو سکتی ہے یہی زمانہ چال چلن کے بننے
عادتون کے پڑنے اور آیندہ زندگی کے نصب العین مقرر کرنے کا
ہے اور ہمارے خیال مین کوئی مان اس اہم اور دلچسپ خدمت
کو کسی غیر کے سپرد کرنا پسند نکرے گی البتہ جب بچہ کسی پبلک اسکول
مین جانے کے قابل ہو جائے تو پھر حالات بدل جاتے ہین اور اگر
گھر مین اس کی تربیت ایسی ہی اچھی ہوئی جیسی ہونی چاہیئے تو اس کو
پبلک اسکول کے بورڈنگ کے زیادہ سخت ماحول اور زیادہ سخت
پابندیون سے کسی قسم کا نقصان نہ ہوگا اور بے تکلف مدرسہ کی نئی دنیا مین
بھیجا جا سکتا ہے جہان اس مین وہ عادتین پیدا ہو جائین گی جن کا
گھر کی محفوظ اور ناز پروردہ زندگی مین نظر انداز ہوتا ممکن ہے اس لیے

یہ زیادہ بہتر ہے کہ تیرہ برس کے سن مین وہ کسی جونیر سکول مین
داخل ہو جو ایک سال کی تیاری کے بعد اسکو پبلک اسکول مین
جانے کے قابل بنا دے - بورڈنگ اسکول مین جو فائدے لڑکون
کے لیئے ممکن ہین لڑکیون کے متعلق اُن کا بالکل وجود نہین ہے اس
لیئے ہمارے خیال مین جہان تک ممکن ہو لڑکیان معمولی مدرسون مین
تعلیم کے لیئے بھیجی جائین تاکہ وہ گھر کے مفید اثر سے محروم نہ رہین -
میرے خیال مین بہت کم والدین اس بات سے انکار کرین گے کہ
لڑکیان بھی اسی قدر تعلیم کی مستحق ہین جیسے کہ لڑکے لیکن بلوغ کے زمانہ کے
قریب غالباً مدرسہ کے کام کا اثر لڑکون کی نسبت لڑکیون پر زیادہ
محسوس ہوتا ہے - مدرسون مین سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ
اُنکا نصاب ضروریات کے مطابق ہو لیکن اس مین جدید زبانون اور
سائنس کی تعلیم کا پورا انتظام ہو اور پرانی زبانون پر زیادہ زور نہ دیا جائے
اگرچہ یہ بھی اپنے اپنے موقع پر فائدے سے خالی نہین ہین

ریاضی کے علاوہ موجودہ دنیا کی تاریخ اور جغرافیہ بھی ضروری چیزین ہین تاکہ اس کو قومون کے باہمی تعلقات اور سلطنت کے اہم مسائل سے واقفیت ہوجائے لیکن اس کی آئندہ زندگی مین ہر وقت ضرورت پڑے گی۔ ان کے ساتھ ہی اپنی مادری زبان کی تعلیم کا بھی پورا انتظام ہونا چاہیئے مدرسہ کے حسنِ انتظام کا مدار ہیڈ ماسٹر پر ہے اس لئے اپنے بچہ کے واسطے ایسا مدرسہ انتخاب کرنا چاہیئے جس کے ہیڈ ماسٹر مین علمی قابلیت کے علاوہ۔ وسعتِ نظر، ہمدردی محبت وغیرہ خوبیان ہون۔

جسمانی ورزش۔ ہم کہہ چکے ہین کہ بچہ کی جسمانی ورزش ہر پہلو سے ضروری ہے۔ شروع مین تو بچہ اپنے قدرتی چلبلے پن سے یہ کام لے لیتا تھا لیکن ممکن ہے کہ مدرسہ مین پڑھنے لکھنے کی کثرت اور دوسرے لڑکون سے سبقت کے شوق مین بچہ اس کو نظر انداز کر دے۔ مگر یہ ایک سخت غلطی ہوگی۔ کیون کہ جب تک صحت عمدہ نہ ہوگی تب تک

وہ دماغی محنت بھی نہین ہوسکتی۔ ورزش سے خون کا دوران تیز ہوجاتا ہے
سانس جلدی جلدی چلنے لگتی ہے جس سے سینہ اچھی طرح بڑھتا ہے
اور پھیپھڑے قوی ہوتے ہین اس لئے ہضم مین بھی مدد ملتی ہے۔ قبض
کی شکایت رفع ہوجاتی ہے اور تھکن کے بعد نہایت فرحت بخش نیند
آتی ہے ورزش سے یہ بھی بڑا فائدہ ہے کہ پٹھے عمدہ حالت مین
رہتے ہین۔ اور جسم بیجا طور پر بھدا اور موٹا نہین ہوسکتا اور تمام حرکات و
سکنات مین خوش نمائی اور چستی آجاتی ہے لیکن اس مین بھی افراط سے بچنا
نہایت ضروری ہے اس لیئے مدرسہ مین جسمانی ورزش کے متعلق
بچے کے والدین اور طبی مشیر سے رائے لینی ضروری ہے۔
جمناسٹک اور زیادہ سخت مقابلہ کی ورزش سے چھوٹے بچون اور
بڑھتی ہوئی لڑکیون کو نقصان پہونچ جانے کا اندیشہ ہے اور اگر دل
یا پھیپھڑے مین ذرا بھی ضعف ہو تو بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔
دل پر صدمہ پہونچنے کا اندیشہ بہت زیادہ ہے اور ایک ڈاکٹر جس نے

خاص طور پر اس کا مطالعہ کیا ہے اس بات کا سخت مخالف ہے
کہ مدرسون مین تمام بچون کے لئیے خاص خاص ورزشین لازمی
کر دی جائین کیون کہ اس کا بیان ہے کہ اس نے بہت سے طلباء
کا معائنہ کیا تو اس نے دیکھا کہ نصف سے زیادہ کے دل بہت بڑھ
گئے ہین۔

لڑکیون کے واسطے ورزش۔ آج کل عام طور پر لڑکیون کی جسمانی ورزش پر
بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ پہلے
لڑکیان بالکل ورزش نہین کرتی تھین۔ اور اُن کے لئیے اس کی
ضرورت بھی نہین سمجھی جاتی تھی اور اب اس کے برعکس خیالات کے
پلٹا کھانے سے اس کی حد سے زیادہ تاکید کی جانے لگی ہے۔ لیکن
حد سے زیادہ ورزش لڑکیون کو تھکا کر اون کو اس قسم کا نقصان پھونچا
سکتی ہے جو اون کو اپنے جنس کے فرائض کو بہترین طور پر انجام دینے
سے باز رکھتی ہے لڑکے اور لڑکی کی جسمانی ورزش مین اُن کے

دماغی تربیت سے بھی زیادہ فرق ہونا چاہیئے اور کم سے کم ۱۲ سے لیکر ۱۶ برس کے سن تک لڑکیون اور لڑکون کے کھیل بالکل مختلف ہونے چاہیئین اُس کو جسم اور پٹھون کے زیادہ قوی ہونے کی نسبت یہ بات زیادہ ضروری ہے کہ اُس کے حرکات وسکنات مین چستی، خوبصورتی، اور لطافت ہو اور عام طور پر اُس کی صحت اچھی ہو۔ ہمارے خیال مین اس زمانہ مین مدرسون کی باقاعدہ ورزش اور وہان کے جمنیزو غیرہ کچھ مفید نہین۔ کیون کہ اس پر جسم کو طرح طرح سے توڑنا، موڑنا، اور زیادہ تھکانا ہوتا ہے لڑکی کو جس قدر ورزش کی ضرورت ہے وہ ۱۵ منٹ تک ڈرل (قواعد کرنے) اور مگدر اور ڈمبل ہلانے سے پوری ہوسکتی ہے۔ ڈمبلون کا وزن زیادہ سے زیادہ ایک سے دو پاؤنڈ کا ہونا چاہیئے۔ لوہے کے بجائے لکڑی کے ڈمبل بھی کام دیتے ہین۔ گھر کے باہر جھولون مین جھولنا بھی مفید اور دلچسپ ورزش ہے۔ لیکن اس بات کی بہت احتیاط

کرنی چاہئیے کہ دھوپ مین نہ جھولین۔ اُس کے حلقے مین کودنا
بھی ریڑھ کی ہڈی کی بعض بیماریون کے واسطے مفید ہے اور گیند کے
کھیل حرکات کی خوبصورتی اور چستی حاصل کرنے کے لئیے مناسب ہین
ہاکی بہت زیادہ سخت اور تیز کھیل ہے اور اُس کے واسطے بڑے مضبوط
پانون اور قوی سینے کی ضرورت ہے۔ بہرحال میرے خیال مین عورتون
کے لئیے کچھ موزون نہین۔ بلکہ مختصراً یون کہنا چاہئیے کہ ایسے تمام
میدانی کھیل جس مین باہم مقابلہ ہوتا ہے۔ لڑکیون کے لئیے کچھ زیادہ
اچھے نہین ہین۔ کیونکہ ان مین زیادہ محنت اور زیادہ تکان کا اندیشہ
ہے اور یقیناً ان سے وہ فائدے حاصل نہین ہوتے جو ہماری خواتین کو
بہترین بنانے مین مددگار ہون چہل قدمی اور ٹینس اور گالف لڑکیون
کے لئیے نہایت عمدہ ورزشین ہین۔ گالف مین چلنے کی خوب مشق
ہو جاتی ہے ٹینس سے حرکات کی چستی کے علاوہ ہاتھ اور نظر کی
عمدہ تربیت ہوتی ہے گھر کے اندر بیڈمنٹن اُس کا بدل ہو سکتا ہے

پیرنا یقیناً تمام ورزشون مین قابل تعریف ہے۔ اس سے سینہ اور بازو کے پٹھے نہایت عمدہ طور پر پرورش پاتے ہین اور پھیپھڑون وغیرہ پر بھی بہت اچھا اثر ہوتا ہے۔ جس سے سل اور دق کا بھی احتمال کم ہوجاتا ہے اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ورزش کسی کی جان بچانے کے کام آوے۔ لڑکون کو سخت ورزش کرنے کے بعد ٹھنڈے پانی مین نہانے سے احتیاط کرنی چاہیئے ایسے وقت نہانے کے لیئے شیر گرم پانی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ اگر موسم اور راستہ کی حالت بہت اچھی ہو تو بائیسکل چلانا بھی ایک دلچسپ ورزش ہے۔ کیون کہ اس سے تفریح کے علاوہ تازہ ہوا کھانے مین آتی ہے۔ اس سے پاؤن کے پٹھے مین قوت پہونچتی ہے لیکن بائیسکل اگر صرف سیر کے واسطے استعمال کی جائے تو ان سب باتون کا خیال رکھا جانا ممکن ہی ورنہ اگر اسے روز آمدرفت کے لیئے استعمال کرین، تو تیز ہوا پتھریلی سڑکین اور غیر موزون اوقات سے تکان ہوکر دل اور اندرونی اعضا کو نقصان

پھوٹ نکلنے کا اندیشہ ہے۔ خاص کر چڑھائیون پر ہمیشہ اُتر کر پیدل چلنا چاہیئے۔ مان باپ اور اُستاد کو سختی سے یہ بات روکنا چاہیئے کہ بچے بھاری بستے اور کتابین وغیرہ لے کر بائیسکل پر نہ جائین۔ اس سے صرف تکان ہی زیادہ نہین ہوتی بلکہ ریڑھ کی ہڈی پر بھی مضر اثر پڑتا ہی

گھوڑے کی سواری | ہمارے خیال مین لڑکیون کے لیئے یہ سب سے عمدہ ورزش ہے لیکن اس کی عادت جلدی ہی ڈالنی چاہیئے۔ آٹھوین برس مین لڑکی اس قابل ہو جاتی ہے کہ وہ گھوڑے پر بیٹھے اس سے جسمانی تناسب کے علاوہ طبیعت مین اطمینان اور اعصاب مین قوت بھی پیدا ہوتی ہے۔

بنوٹ یا شمشیر زنی | اگر ممکن ہو تو یہ بھی ضرور لڑکیون کو سکھانا چاہیئے اس سے چستی، تناسب اور آنکھ اور نظر اور دل کے ہر وقت مستعد رہنے کی عادت ہوتی ہی۔ اور کسی قسم کا بیجا بار نہین پڑتا۔ ان لحاظون سے کوئی ورزش اس کا مقابلہ نہین کرسکتی لیکن حتی المقدور سکھانیوالا پورا ماہرِ فن

ہونا چاہیئے۔

لڑکون کی ورزشین

مدرسون مین جو کھیل عام طور پر کھیلے جاتے ہین وہ کسی تشریح
کے محتاج نہین۔ بنوٹ لڑکوں کے واسطے بھی نہایت مفید اور
ضروری ہے۔ کشتی اور مکہ بازی کی ابتدا ہی سے مشق کرانی چاہیئے
کیون کہ اس سے ہمت اور طاقت پیدا ہوتی ہے فٹ بال کم سے
کم تیرہ چودہ برس کی عمر تک باقاعدہ نہین کھیلنا چاہیئے اور اس
کے بعد بھی حتی المقدور احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور خاص کر ایسے
مقامات مین جو سطح سمندر سے زیادہ بلند ہون۔ تندرست لڑکون کو
بھی زیادہ نہین دوڑنا چاہیئے کیون کہ وہان کی لطافت کی وجہ سے
بہت جلدی دم پھول جاتا ہے اور پھیپھڑون کو نقصان پھونچتا ہے
مان کو چاہیئے کہ جہان تک موسم اجازت دے اپنے بچون کو
روزانہ کم سے کم دو گھنٹے تک جسمانی ورزش کرائے۔ جو پیدل چلنے
یا اور کسی کھیل کی صورت مین ہو سکتی ہے اگر موسم ناموافق ہو تو گھر ہی

مین جہان تک ممکن ہو بھاگ دوڑ کر اُس کی تلافی کر لینی چاہیئے۔
چھوٹے بچون کے لیئے اگر کوئی کمرہ مخصوص کر دیا جائے جہان
وہ دل بھر کر اُچھل کود سکین شور مچا سکین تو غالباً وہ اتنی ورزش
کر لین گے کہ اُنکو اور کسی چیز کی ضرورت نہین رہے گی۔ بڑے
بچون کے لیئے ٹینس اور کرکیٹ کی گیند ون کا انتظام کر دینا چاہیئے
اس سے طرح طرح کے کھیل فوراً ایجاد کر کے کھیلے جا سکتے ہین جو اگرچہ
ممکن ہے کہ اصول سائنس کے مطابق نہ ہون لیکن جسمانی ورزش
کے واسطے بہت مفید ہو سکتے ہین۔

اسکول کے اوقات | سبق چھوٹے چھوٹے ہونے چاہئین اور صبح
کا وقت ان مضامین کے لیئے رکھنا چاہیئے جن مین دماغی
محنت زیادہ ہوتی ہو، جیسے ریاضی، صبح سے لے کر مسلسل ایک دو
بجے تک پڑھانا نہایت مضر اور قابل نفرین ہے۔ اگر اس کے
درمیان مین کچھ وقفہ دے بھی دیا جائے تو وہ کچھ مفید نہین۔ اس سے

بچے کا جسم زیادہ تھک جاتا ہے اور اُس کے دوپہر کے کھانے
مین بہت دیر ہو جاتی ہے۔ یہ بھی مناسب نہین کہ وہ صبح تھوڑا سا
ناشتہ کر کے جلدی سے بھاگ جائے۔ اُس کو اطمینان سے اچھی
طرح ناشتہ کرنا چاہیئے اور اُس کے بعد مناسب یہ ہے کہ چاشت
کا انتظام مدرسے کے اوقات مین ماں، باپ یا منتظمین مدرسہ کی
جانب سے ہونا چاہیئے۔

گھر کا کام | دس برس سے کم عمر کے بچے کو ہرگز کسی حال مین گھر پہ
کرنے کے لیئے کوئی کام نہین دینا چاہیئے اور جب کام دیا بھی جائے
تو وہ دو گھنٹہ سے زیادہ کا قطعًا نہ ہونا چاہیئے۔ عام مدرسون مین،
اس کا بہت غلط استعمال ہوتا ہے۔ اور بچون کو اتنا کام دے دیا
جاتا ہے جس مین وہ زیادہ رات گئے تک مصروف رہتے ہین۔
زیادہ افسوس یہ ہے کہ مدرسین کو خود اس بات کا صحیح اندازہ نہین
ہوتا کہ بچے کو اُس مین کتنی دیر لگتی ہے ورنہ وہ خود کبھی ایسی غلطی نہ کرین

بچے کو کچھ فرصت خود اس کی شخصی زندگی بسر کرنیکے لیئے بھی دینا چاہیئے۔
جس مین وہ اپنے شوقون کو پورا کرے اور اپنے گھر کے تعلقات اور
دلچسپیون مین حصہ لے۔

مدرسے کے نصاب مین اتنے مختلف مضمون ہوتے ہین کہ
کسی بچے کو اپنے دماغی رجحان کے اظہار کا موقع نہین مل سکتا
اور ان سب کی کامیابی کا ایک ہی معیار مقرر ہے۔ ان وجہون سے
مدرسے کے علاوہ گھر پر کام دیا جانا ضروری ہوتا ہے لیکن
اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے کو مدرسے کے اوقات ملاکر اتنا کام
کرنا پڑتا ہے جو اس کی صحت کے لیئے یقیناً مضر ہوتا ہے۔
اور جس کے سبب سے بہترین قسم کی دماغی ترقی ظاہر نہین ہوتی۔
اس لئے اگر ہم کو تعلیم کا صحیح مقصد معلوم ہے تو ہم کو کبھی بچے سے
اتنا کام نہین لینا چاہیئے کہ وہ اس کی ذہنی تربیت کے بجائے
دماغی کوفت کا سبب بن جائے اس مضر طریقۂ تعلیم مین امتحانون کو

بھی بہت دخل ہے۔ امتحان ایک ناپسندیدہ ضرورت ہے۔ قدیم روایتون مین ان کو بچے کی تعلیم اور قابلیت کا یقینی معیار ٹھیرایا ہے اور ان ہی مین سند کامیابی حاصل کرکے وہ آیندہ مختلف علوم و فنون حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن ان سب باتون کے باوجود بھی حقیقت مین امتحان صحیح آزمائش نہین ہے بلکہ ان سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ شروع سے بچے کے روزانہ کام کا ایک ریکارڈ رکھا جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس نے ہر ایک بات مین ترقی کس قدر کی ہے جب ہمارے ہان تعلیم زیادہ صحیح اصول پر ہونے لگے گی اور ہم سب اسپنسر کے اس قول پر کاربند ہونے لگین گے کہ تعلیم کا اصلی مفہوم یہ ہے کہ "بچہ اپنے علم کو استعمال کرنا سیکھ جائے" تو اُس وقت غالباً ہم اپنے بچون کے لئے ان سندون کو کافی خیال نہ کرین۔ بلکہ انکی قابلیتون اور طاقتون کی ترقی کو تعلیم کا اصلی منشا سمجھین۔ اس سے یہ مطلب نہین ہے کہ بچہ شروع ہی سے کسی خاص فن مین ماہر کیا جائے

مدرسہ کی تعلیم مین اس کی گنجایش نہین بلکہ اس کا یہ مطلب ہے
کہ اس کی تمام ذہنی اور عقلی قوتون کو ایسے مناسب طریقے سے
تربیت دی جائے کہ وہ اپنی آیندہ زندگی مین ان سے اچھی طرح
سے کام لے سکے حقیقت مین یہ تعلیم وہ اوزار ہین جو اُسے آیندہ
استعمال کرنے ہون گے۔ اس لیئے اُس کو وہ قدرتی قوانین بھی
جاننے چاہئین جو اس کے گرد وپیش حکمران ہون اور اپنی نسل کے
گذشتہ واقعات اور ان کے نتائج بھی معلوم ہونے چاہئین تاکہ
وہ ان کے مطابق کام کر سکے۔ لیکن دوسرون کے علم سے وہ تبہی
فائدہ اُٹھا سکتا ہے جبکہ خود اس کی دماغی قوت کی صحیح طور پر نشوونما
ہوئی ہو اس لیئے یہ مقصد اصلی ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئیے۔
یہ نہایت ضروری ہے کہ بچون کو مطالعہ کے لیئے ایک الگ کمرہ
دے دیا جائے جہاں روشنی اور ہوا وغیرہ کا بہت اچھا انتظام ہو
یہ ممکن نہین کہ بچہ اور بہت سے لوگون مین بیٹھ کر کسی قسم کا دماغی کام

کرے اس صورت مین توجہ کو یک سو کرنے مین دماغ پر بہت
زور پڑتا ہے۔ شام کا کھانا جلد کھا لیا جائے تاکہ بچہ کو اس کے
بعد کم سے کم آدھ گھنٹہ تک کام کرنے کی ضرورت نہ ہو اور مطالعہ
سونے سے ایک گھنٹہ پہلے ضرور ختم ہو جانا چاہیئے اور سوتے وقت
تک برابر پڑھتے رہنے کی کسی حال مین اجازت نہین دینی چاہیئے۔

مدرسہ کی حاضری۔ والدین اور اُستادون کو خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ
مدرسہ کی حاضری کو بچہ کے لیئے ہوّا نہ بنالین۔ بعض بعض دن ایسے
ہوتے ہین جبکہ بچہ کی صحت کا خیال اور سب باتون پر مقدم ہونا
چاہیئے۔ اور اگرچہ اُستاد یا ماں باپ بچہ سے اس کی غیر حاضری کا
سبب پوچھ سکتے ہین۔ لیکن اُس کے اصلی فائدون کے لحاظ سے
اُن کو چاہیئے کہ وہ بچہ کے چھٹی منانے کی طبعی خواہش کو مان کر
اُس سے چشم پوشی کرین۔

اُستاد اور والدین مین ہر ایک معاملہ کے متعلق پوری

ہمدردی اور اتفاق رائے ہونی چاہیئے اور دونون کو اپنے اپنے فرائض پوری توجہ سے ادا کرنے چاہئیں جو ماں باپ اپنے بچونکی بہتری چاہتے ہین اُنکو کبھی اُن کے اُستادون سے بالکل ناواقف نہ رہنا چاہیئے جن کے ہاتھ مین اُن کے بچون کی تربیت ہے۔ تھوڑے سے تعارف اور ملاقات اور کبھی کبھی کی مہمانی سے دوستانہ تعلقات پیدا ہو سکتے ہین اور ان سے بچون کی بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہین۔ اور اُستادون کے کام مین بھی آسانی ہو جاتی ہے۔

مدرسہ کے مقام کی بلندی اور موسم | عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ جو بچے بلند مقامات پر رہتے ہین وہ نشیبی مقامات کے رہنے والون کی نسبت کم بیمار ہوتے ہین۔ اور زیادہ کام کرسکتے ہین لیکن اس مین اس بات کا خیال نہین رہتا کہ بلند مقامات کے رہنے والون مین مقام کی بلندی کی وجہ سے ہی دل اور اعصاب مین کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور تیز ہوائین بہت سے مختلف جراثیم لے آتی ہین۔ اور ان

لحاظون سے نشیبی مقام ایک حد تک قابل ترجیح ہین لیکن اس
مین اس کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ مرطوب نہ ہون ورنہ
اُن کی آب وہوا بھی بڑھتے ہوئے بچون کے لیئے مضر ہوگی۔
موسم کے متعلق ہم کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ گرم اور خشک موسم
مین سرد اور مرطوب موسم کی نسبت گھر کے باہر تازہ ہوا مین زیادہ وقت
بسر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی گرم موسم سے ایک قسم
کی کاہلی اور سستی پیدا ہوتی ہے۔ اور پڑھنے یا کھیلنے مین تھوڑی
سی محنت کے بعد تکان محسوس ہونے لگتی ہے دن اور رات مین
حرارت کا فرق بھی مضر ہوتا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش
کرنی چاہیئے۔ بچون کو ہر وقت ریشمین یا ہلکے اونی کپڑے جسم کے
متصل پہننے چاہئین۔ اور اُن کی غیر معمولی سردی سے بچنے کے لیئے
شب خوابی کا لباس زیادہ گرم ہونا بہتر ہے۔ آفتاب کی تابش کا اثر
کھانے پر اور خاص کر دودھ پر بہت زیادہ ہوتا ہے اور اگر بچون کی

غذا مین خاص طور پر احتیاط نہ کی جائے تو اس سے طرح طرح کے امراض کا احتمال ہوتا ہے۔

جسمانی سزا۔ ایک اچھے مدرسے مین جسمانی سزا کی کبھی ضرورت نہین ہونی چاہیے۔ اور جب والدین کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ یہ قدیم زمانۂ جہالت کی یادگار ہے تو کبھی اس کی اجازت نہ دین گے۔ ڈین فیرر کہتا ہے "جتنی تم زیادہ سزا دو گے اُتنا ہی بُرا تم اپنے کو بُرا ثابت کرو گے۔ کیونکہ بہترین اُستاد کبھی سزا نہین دیتے" ایک اور مصنف کا قول ہے "جب آدمیون کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ بچون کو مارنا بھی اس ادنیٰ تہذیب کی نشانی ہے جس مین لوگ اپنی بیوی یا اپنے نوکر کو مارا کرتے تھے۔ یا جب سپاہیون اور مجرمون کو تازیانہ کی سزا دی جاتی تھی۔ تب عمدہ معلمون کے بہم پہونچنے کا سامان پیدا ہوگا" اس قسم کی سزا اُصولاً غلط ہے۔ اور مان باپ کو متفقاً اس کے برخلاف کوشش کرنی چاہیے۔ یہان تک کہ رائے عامہ اُس کے

برخلاف ہوجائے۔ بچہ کو تکلیفون کے برداشت کرنے کا سبق مقابلہ
کے کھیلون اور جمناسٹک وغیرہ کے ذریعہ سے دینا چاہیئے۔ اور اس کی
اخلاقی تعلیم اس طرح سے نہ ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی خودداری کو کھو بیٹھے۔
جسمانی سزا اپنے مقصد کو پورا نہین کرتی اس کی تصدیق والدین خود اپنے
بچپن کو یاد کرکے کرسکتے ہین۔ اور وہ بتا سکتے ہین کہ ان کی طالب علمی
کے زمانہ مین کیا کبھی مارنے والے اُستاد کی عزت اُن کی نظرون
مین زیادہ ہوئی یا کبھی پٹنے سے اُن کو اپنی غلطی پر ندامت اور آیندہ
اُس سے بچنے کا خیال آیا بعض نازک مزاج بچون کے لیئے تو یہ ایک
عذاب ہوتا ہے اور زیادہ سخت دل بچے اسے لاپروائی اور حقارت
سے دیکھتے ہین اور اکثر اس کو لمبے لمبے سبقون کے مقابلہ مین زیادہ
آسان سمجھتے ہین معمولی مدرسون مین جسمانی سزا کا حق والدین کے
سوا کسی کو نہین ہے۔ کیون کہ بچہ کی اخلاقی تربیت کے ذمہ دار تمام تر وہی
ہین اور ان ہی کو بچہ کے مزاج سے اتنی واقفیت ہے کہ وہ اس کیلئے

مناسب سزا تجویز کر سکین - مدرسون کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے
شاگردون کے قوائے ذہنی کے استعمال کا بندوبست کرین -
بورڈنگ اسکولون مین جہان بچہ کو ایک معقول مدت کے لئیے بالکل
غیرون کے سپرد کردیا جاتا ہے - اس بات کا آسانی سے تصفیہ
نہین ہوسکتا کہ سزا دینے کا حق کسے ہے - لیکن بہرحال جسمانی سزا کے
خلاف قانون بالکل صاف اور واضح ہونا چاہئیے -

غذا | بچپن مین جبکہ بچہ کے جسمانی اور دماغی اعضا روز افزون
ترقی کرتے ہوتے ہین - تندرست بچے اچھی طرح کھانا کھاتے ہین -
اور اُن کو اس کی ضرورت بھی ہے اس لئیے چونکہ ہاضمہ کو بہت سا
کھانا ہضم کرنا پڑتا ہے تو کھانا صاف اور سریع الہضم ہونا چاہئیے -
لیکن یہ ضرور ہے کہ ایک ہی قسم کی غذا نہ ہو - کیونکہ بُرے پکے ہوئے
کھانے کی وجہہ سے بھی بھوک مر جاتی ہے - اور صحت خراب
ہوتی ہے کھانا پکانا بھی ایک خاص فن ہے جس کے لئیے خاص

قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے اور جب ہم اس غرض کے لئے اسی کے ماہرِ فن لوگون کو رکھنے لگین گے تو بچون کے کھانے کی بہت سی مشکلات حل ہوجائین گی۔

بچون کی خوراک کے انتظام مین غذا کی تینون بڑی بڑی قسمون کو پیشِ نظر رکھ کر ہر ایک کا مناسب جزو دینا چاہیئے کسی ایک جزو کی زیادتی سے ضرر کا اندیشہ ہے اور اگر بچہ کی خواہش کا جا و بیجا خیال رکھا جائے تو اکثر اس قسم کا نقصان ہوتا ہے۔ یہ ضروری بات ہے کہ ایک حد تک اس کی طبعی نفرت اور میلان کا لحاظ کرین لیکن کھانے اگر اکثر بدلے جاتے رہین تو غالباً اسے کسی قسم کی شکایت نہ ہو۔ بچون کی غذا مین سب سے زیادہ عام غلطی یہ ہوتی ہے کہ اس کو نشاستہ اور شکر کی چیزین زیادہ دی جاتی ہین۔ اور چربی کا جزو بہت کم ہوتا ہے مگر چربی کا جزو بچہ کو ایسی صورت مین دینا چاہیئے جو دیر ہضم نہ ہو۔

کھانون کی ترتیب | ناشتہ معقول ہونا چاہیئے اوراس کے کھانے مین
بہت عجلت سے کام نہ لیا جائے اور اُس مین مچھلی یا انڈے ضرور
ہونے چاہیئن - دوپہر کا کھانا ٹھیک ایک بجے کے قریب مدرسے سے
واپسی پر بچہ کو مل جانا چاہیئے - وہ اُس وقت تھکا ہوا آتا ہے - اور
بہت بھوکا ہوتا ہے اگر کھانا وقت پر تیار نہ ہو تو اس سے بچہ کو
تکلیف ہوتی ہے اور چون کہ اس کے وقت منضبط ہوتے ہین -
اِس لیئے اُس کو بہت جلدی کھانا کھانا پڑتا ہے جس سے اس کا
معدہ خراب ہوجاتا ہے - شام کا کھانا ہلکا ہونا چاہیئے اور ساڑھے
پانچ اور ساڑھے چھ کے درمیان کھالینا چاہیئے تاکہ اُس کی تھوڑی
دیر بعد بچہ اطمینان سے اپنے مدرسہ کا کام کرسکے - اور اُس کے بعد
سونے سے پہلے کم سے کم ایک گھنٹہ تک کھیل کود مین وقت گذارے
سوتے وقت بچہ کو کسی قسم کی مقوی پینے کی چیز مثلاً دودھ یا چوکولیٹ
یا کوکو دینا چاہیئے -

چربی کی عیوض بالائی یا مکھن ہے۔ جسے بچہ آسانی سے ہضم کرسکتا ہے سوتے وقت بچون کو مچھلی کے تیل کی خوراک بھی دینی مفید ہوتی ہے۔ لیکن اگر ان کو بدہضمی کی شکایت ہو تو اس سے احتیاط بہتر ہے اور اگر دیا ہی جائے تو ڈاکٹر سے پہلے مشورہ کرلیا جائے۔ مان کو عام طور پر مقوی ادویات کے استعمال کرانے سے پرہیز چاہیئے کیون کہ اکثر قسم کی کمزوریون کا بہتر علاج یہ ہے کہ بچہ کی غذا عمدہ ہو اور اُس کو تازہ ہوا مین ورزش کا زیادہ موقع دیا جائے۔

تمباکو! بچون کو تمباکو کا استعمال ہرگز نہین کرنا چاہیئے نہ صرف اس لیئے کہ اس عمر مین اس کے مضر اثر دل اور اعصاب پر بہت زیادہ ہوتے ہین بلکہ اس لیئے بھی کہ جو عادت اس زمانہ مین پڑجاتی ہے وہ جوانی کی عادت کے مقابلہ مین زیادہ مضر ہوتی ہے۔ تمباکو کے زیادہ استعمال کے عام نتایج زیادہ مشہور ہین بچہ کو سمجھا دینا چاہیئے کہ ضعف نظر، دل کی کمزوری، سستی، چڑچڑاپن، بدہضمی، اور

جگر کی خرابی سے پیدا ہوتی ہے۔

دانت | یہ درست ہے کہ گذشتہ نسلون کے مقابلے مین آجکل بچون کے دانت بہت اچھے نہین ہوتے۔ اس کی مختلف وجہین بیان کی جاتی ہین مثلاً ناموافق غذا پینے کے پانی مین چونہ کی کمی بہت زیادہ باریک آٹے کا استعمال زیادہ سخت غذا کی کمی جس کے چبانے کی ضرورت پڑتی ہو اور خاندان مین گٹھیا وغیرہ کے امراض۔ لیکن ان مین سے کوئی وجہ بھی پورے طور پر دانتون کی خرابی کا باعث نہین ہوسکتی۔ یہ درست ہے کہ بچپن مین ناموافق غذا سے بہت اثر پڑتا ہے کیونکہ جب تک غذا کے اندر ہڈیون کے بننے کا کافی جزو نہ ہو تو بچہ کی ہڈیان اور دانت کمزور رہتے ہین اور بہت جلد خراب ہوجاتے ہین مان کی صحت اور جسمانی کیفیت بھی بچہ پر اپنا اثر کیئے بغیر نہین رہتی۔ پہلے دانت عموماً چھ مہینے کی عمر مین نکلنے لگتے ہین اور دو تین سال کی عمر مین پورے ہوجاتے ہین۔ اس کے بعد وہ کم وبیش چھ برس تک

بچہ کو کام دیتے ہین۔ساتوین آٹھوین سال وہ ہلکر گرنے لگتے ہین
اور ان کی جگہ نئے اور مستقل دانت نکل آتے ہین۔لیکن یہ ضروری
بات ہے کہ بچہ کے دودھ کے دانت بھی اچھے ہی ہون ورنہ انکی
جگہ جو دانت نکلین گے وہ بھی اچھے نہ ہون گے۔دانتون کو خرابی سے
بچانے کے لیئے غذا کی احتیاط کے علاوہ اُن کو صاف رکھنے کی
بھی بہت ضرورت ہے بچہ کو زیادہ گرم یا بہت ٹھنڈی چیز کبھی نہین
دینی چاہیئے۔کیون کہ اس سے دانتون کے اوپر کا روغن اُڑ جاتا ہے
بچہ کی غذا ہمیشہ شیر گرم ہونی چاہیئے۔جب بچہ ذرا بڑا ہو جائے تو
اُس کو ایسی چیزین بھی دینی چاہئین۔جن کو چبانے کی ضرورت پڑے
جب اس کے سامنے کے دانت نکل آئین تو کرکری روٹی یا ٹوسٹ
کا ٹکڑا اکترنے کے لیئے اسے دینی چاہیئے جب بچہ پاؤن پاؤن چلنے
لگے تو اُس کو سمجھانا چاہیئے کہ وہ غذا کو خوب چبا کر کھائے یعنی اپنے
دانتون اور ڈاڑھون کو استعمال کرے۔اور جب تک اچھی طرح

لقمہ باریک نہ ہو جائے تب تک اُسے نہ نگلے۔ اچھی طرح سے
چبانے کی عادت اگر بچپن مین نہ ہو تو اس سے قوت ہاضمہ کو
نقصان پہونچتا ہے اور بعد مین اُس کی اصلاح مشکل ہو جاتی ہے۔

دانتون کی صفائی | انسان کے منہ مین طرح طرح کے جراثیم بھرے ہوئے
ہوتے ہین ان مین سے بعض مختلف قسم کے نشاستہ اور شکر آمیز
غذاؤن کو تیزاب بنا دیتے ہین اور یہہ تیزاب اگر منھ مین رہ جائین تو
دانتون کے اوپر کے روغن کو گلا کر بیکار کر دیتے ہین۔ اس لیئے
بچہ کو شروع ہی سے اچھی طرح دانت مانجنے کی عادت ڈلوانی چاہیئے
بچپن مین قبض کی بھی اکثر شکایت ہو جاتی ہے اور اس مین بڑا
خطرہ یہ ہے کہ عرصہ تک معلوم نہین ہوتا ہے۔ بچے اکثر مدرسہ
جانے کی جلدی اپنے اور اشغال کی وجہ سے اپنے تصفیہ امعا کا
کافی لحاظ نہین رکھتے۔ اس لیئے ان کو یہ بات اچھی طرح سمجھانے
دینی چاہیئے کہ وہ اس کا بہت خیال رکھین ورنہ اس سے

طرح طرح کی خرابیان پیدا ہوجاتی ہین چون کہ قبض کا اثر فوراً ظاہر
نہین ہوتا اس لیئے بڑے آدمی بھی اس سے لاپروائی کرتے ہین
یہان تک کہ چند دن مین وہ طرح طرح کے امراض کا باعث ہوجاتی ہی
مان کو چاہیئے کہ وہ بچہ کو ہر روز ایک ہی وقت (ناشتہ کے
بعد) استنجے کے لیئے جانے کی ہدایت کرے۔ اور اگر کبھی اچھی طرح
سے امعا صاف نہ ہون تو وہ آکر مان کو اُس کی اطلاع دے۔
تازہ پھلون کا استعمال اور تازہ ترکاریون کا شوربہ یا اچھی طرح
اُبلی ہوئی پیازین یا کھانے کے درمیان اُبلا ہوا ٹھنڈا پانی پینا اور
کسی قسم کی باقاعدہ جسمانی ورزش کرنا خاص کر تیز چلنا اس کے
اچھے علاج ہین۔ سونے سے پہلے پیٹ کے ملنے سے بھی
بچون کو فائدہ ہوتا ہے۔ اگر ان باتون سے فائدہ نہو تو طبی امداد حاصل
کرنی چاہیئے۔ لیکن مسہلون کا زیادہ استعمال اس عادت کو اور بھی
راسخ کرتا ہے اور چند دن کے بعد اس کا علاج مشکل ہوجاتا ہے۔

اس کو کوئی ایسا منجن استعمال کرایا جائے جس مین کسی قسم کی شوریت ہو تاکہ وہ تیزابی اثر کو دور کردے۔ ڈاکٹری علاجون مین سب سے بہتر منجن[۱] یہ ہے۔ آدھے گلاس گرم پانی مین ایک چھوٹا چمچہ بائی کاربنیٹ آف سوڈا ڈالدیا جائے۔ ماؤن کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ہر وقت کے کھانیکے بعد اچھی طرح سے کلی کرکے منھ کو صاف کرے اگر ایسی کوئی دوا استعمال کی جائے جس مین تیزاب یا لونہے کا جزو ہو تو اچھی طرح سے مسواک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے خود شیرینی سے دانتون کو کسی قسم کا نقصان نہین پہنچتا۔ لیکن اس کی آمیزش سے جو تیزاب بن جاتے ہین وہ ضرور مضر ہوتے ہین جب اوپر کا روغن اُڑ جاتا ہے تو پھر دانتون کی جڑین بیکار ہونی شروع ہوتی ہین۔ اس خرابی کا باعث تیزاب

[۱] بادام کا چھلکا جلاکر اور اُس کو پیسکر منجن بنالیا جائے، چھالیا جلاکر نمک ملاکر منجن بنانا دانتون مین چمک پیدا کرتا ہے۔ اور شوریت اور کیڑے لگنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

بنانے والے جراثیم کے سوا ایک دوسرے قسم کے جراثیم ہوتے ہین
جو ان کھانون کے ریزون مین بڑھتے ہین اور کھیلتے ہین جو دانتون
کی ریخون مین رہ جاتے ہین یہ رات کو جب منھ چلتا ہوا نہین رہتا
اُس وقت یہ کیڑے اپنا بیخ کن اثر دکھاتے ہین اس لیئے سونے
سے پہلے بہت احتیاط سے خلال کر کے دانت صاف کر لینے
چاہئین اور مسواک کرنے مین اس بات کا خیال رہے کہ صرف
باہر ہی سے نہین بلکہ اندر سے ان دانتون کو صاف کر لیا جائے۔
اور اُن کی جڑون مین کوئی چیز اٹکی نہ رہے۔

دانتون کی طبی نگرانی | تیسرے برس سے بچہ کو کسی ہوشیار دندان ساز کے
سپرد کر دینا چاہیئے جو وقتاً فوقتاً اُس کے دانتون کا معائنہ کرتا رہے
ڈاکٹر ایسا ہونا چاہیئے جو بچون کے ساتھ نہایت حلم اور مہربانی سے
پیش آتا ہو اور بچہ کی وحشت کم کرنے کے لیئے پہلے ایک دو مرتبہ
اس سے یون ہی ملاقات کرانی چاہیئے۔ یہ یاد رہے کہ دانت کی جڑ

کے خلا کو پُر کرنے مین بچہ پر سخت عصبی صدمہ پہنچتا ہے اور جہانتک
ممکن ہو چھوٹے بچہ کو اس کی تکلیف نہ دینی چاہیے اگر دودھ کے
دانتون مین کسی بے احتیاطی کی وجہ سے یہ تکلیف پیدا ہوجائے
تو بہتر یہ ہے کہ اس کو نکلوا دیا جائے تاکہ بچہ اس کے علاج کی
تکلیف سے بھی بچ جائے اس کا درد بھی جاتا رہے اور یہ کھٹکا
بھی سٹ جائے کہ وہ غذا کے ساتھ کچھ جراثیم ملتا جائے گا یہ
دانت اُکھڑ بھی آسانی سے جاتے ہین اور پھر جو دانت ان کی
جگہ نکلین گے۔ ان مین غالباً یہ خرابی نہ ہو گی لیکن حتی المقدور
ڈاڑھون کو نہین اُکھڑوانا چاہیئے۔ کیون کہ ان کے بعد جو دانت
نکلتے ہین وہ ان کے اُکھڑنے کی وجہ سے بے قاعدہ اور بدنما
ہون گے۔ دانت کے درد کے لیئے یہ اچھا علاج ہے کہ سوڈا
بائی کارب کو پانی مین حل کر کے ذرا دیر منھ مین رکھا جائے ۔
یا اگر بچہ بڑا ہو اور اس بات کا اطمینان ہو کہ وہ منھ نہین ہلائیگا۔

تو نہایت احتیاط سے تھوڑا سا کاربولک ایسڈ استعمال کرنا چاہیئے۔
لیکن اگر شروع ہی سے کافی احتیاط کی جائے اور کھانے پینے کے
متعلق جو ہدایتیں کی گئی ہین وہ ملحوظ رکھی جائین اور کبھی کبھی دندان ساز کو
بھی دانت دکھاتے رہین تو دانتون مین خرابی ہوگی ہی نہین۔ دانت مضبوط
اور باقاعدہ اور خوش نما نکلین گے۔ اور بچہ بہت سے مختلف شکایتون
اور تکلیفون سے محفوظ رہے گا۔ عام طور پر لوگ اس بات کو نہین جانتے
کہ دانتون کی خرابی کیسے سخت امراض کا باعث ہو جاتی ہے۔ لیکن
ڈاکٹر اس بات کو جانتے ہین کہ بعض وقت سخت اور مہلک قلت
خون، معدے کی خراش جوڑون کے لاعلاج درد وغیرہ بعض وقت
اسی کا نتیجہ ہوتے ہین۔

لباس ماؤن کو چاہیئے کہ بچہ کو ہمیشہ کسی قسم کا اونی یا ریشم اور
اون کا بنا ہوا کپڑا جسم کے متصل پہنائین۔ اگر شیر خوارگی ہی سے
اس کی عادت ڈال لی جائے تو بچہ کو اس سے کچھ شکایت نہین ہوگی۔

لیکن اگر کسی کی جلد اتنی نازک ہو کہ وہ اسے برداشت نہ کر سکے تو بھی
خاص ریشم کا استعمال کرنا چاہیئے۔ جاڑے اور برسات مین اور کھیلنے
اور ورزش کرنے مین تو ان کا پہننا لازمی ہے اور گرمیون مین بھی
ان کا استعمال ترک نہ کرنا چاہیئے۔ خواہ ان کے اوپر کے کپڑے کتنے ہی
کم کیون نہ کر دیئے جائین۔ دن اور رات کے لئیے یہ کپڑے جدا
ہونے چاہئین۔ اور ویسے بھی اُن کو جلد جلد بدلتے رہنا مناسب ہے۔
اُترے ہوئے کپڑون کو اچھی طرح صاف کر کے ہوا دے لینی چاہیئے
اونی کپڑے پر ایک اعتراض یہ ہے کہ یہ سکڑ کر سخت ہو جاتے ہین۔
لیکن اگر عمدہ قسم کا کپڑا لیا جائے اور اُسے گھر مین دہونے کا اہتمام
کرلین تو یہ شکایت پیدا نہ ہو۔ بچون کے کپڑون کی خصوصیت یہ ہونی
چاہیئے کہ بہت ہی ہلکے ہون اور کافی گرم اور ڈھیلے ڈھالے ہون۔
لڑکیون کو کم سے کم تیرہ چودہ برس کی عمر تک کارسٹ ہرگز نہین پہننا
چاہیئے اور اُس کے بعد بھی اس مین بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

عام طور پر بازار مین بکتے ہوئے کارسٹ صحت جسمانی کے لیئے
نہایت مضر اور قطعاً ناقابل استعمال ہوتے ہین۔ اس لیئے صرف
وہی کارسٹ استعمال کرنا چاہیئے جو خاص طور پر اُسی جسم کے لیئے
کسی مشہور اور ماہر فن فرنچ کارسٹ ساز نے تیار کیا ہو کیون کہ
انگلستان مین بھی عمدہ کارسٹ بنانے والے نایاب ہین۔ اُس کے
لیئے نہایت ہی نرم اور لچک دار اور بہترین قسم کی وہیل کی ہڈی
استعمال کرنی چاہیئے۔ اور کارسٹ اتنا کشادہ ہو کہ جسم کے کسی حصہ پر
اس کا بار نہ پڑے اور سینہ اور پھیپھڑے کے پھیلنے مین کسی قسم کی دقت
نہ ہو خاص کر جھکنے کی حالت مین اس کا بہت لحاظ رکھنا چاہیئے۔
کارسٹ کی صورت اس قسم کی ہونی چاہیئے کہ کھانے کے بعد معدے
کی کشادگی یا سانس لینے مین سینہ کی حرکت سے اس پر کچھ اثر نہ پڑے
اور لڑکی اس کو پہن کر بے تکلف جھک سکے یہ بات لڑکیون کو
اچھی طرح سے ذہن نشین کردینی چاہیئے کہ اصلی خوب صورتی تمام اعضا کے

تناسب اور موزونیت مین ہے کمر یا سینہ کے حد سے زیادہ پتلے
ہونے مین نہین ہے۔

اگر جوتیان اپنے پاؤن کی صورت اور ناپ کی بنوائی جائین تو
سب سے بہتر ہین ورنہ خریدنی چاہئین تاکہ پاؤن پر بیجا دباؤ نہ
پڑے۔ باہر کے استعمال کے لئے جوتیون کے تلے زیادہ موٹے
پتلے نہ ہون۔ ایڑیان نہ بہت اونچی ہون نہ بہت نیچی ہون۔
کیون کہ جو ایڑی اونچی ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے پنجہ آگے
جھک جاتا ہے اس مین جسم کا وزن غیر معمولی طور پر پاؤن کے
اگلے حصہ پر جا پڑتا ہے جس سے مختلف خرابیان پیدا ہو جاتی
ہین۔ جوتی مین آگے اتنی جگہ ہونی چاہیئے کہ اُنگلیان حرکت
کر سکین۔ اس کے لیے یہ ضروری نہین ہے کہ آگے سے اُس کا
پنجہ بہت چوڑا اور بے ڈول ہو لیکن یہ لازمی ہے کہ جوتی اتنی
لمبی ہو کہ اُس کا اگلا نوکدار حصہ خالی رہے۔ بارش یا کیچڑ کے

احتمال سے اگر جوتیون کے بجائے بوٹ پہنے جائین تو زیادہ بہتر ہے
اور اگر جوتیون مین کارک فلٹ کے لگے ہوئے تلے رکھدیئے جائین
تو پاؤن کے گیلا رہنے کا احتمال کم ہوجاتا ہے۔

غسل ابتدائی بچپن مین بچہ کو گرم پانی سے غسل کرانا چاہیئے۔ اور
جون جون وہ بڑا ہوتا جائے پانی ٹھنڈا کرتے جائین۔ یہان تک
کہ آٹھوین سال مین اس کو روز ٹھنڈے پانی سے نہانا چاہیئے۔
ٹھنڈے پانی سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ اس کی گرمی پچاس درجہ
فرن ہائٹ سے کم نہ ہو یہ مطلب نہین ہے کہ نلون مین سے جیسا
پانی آئے اس سے نہا لیا جائے۔ کیونکہ ظاہر ہی کہ اختلاف موسم
سے اس کے درجۂ حرارت مین بہت فرق ہوگا جو بچون کے لیئے
مفید نہین اس لیئے پانی اگر زیادہ ٹھنڈا ہو تو اس مین اندازسے گرم
پانی ملاکر اس درجہ حرارت پر لے آنا چاہیئے اس سے یہ بھی فائدہ
ہوگا کہ جو بچے زیادہ سردی کے دنون مین نہانے سے جان چراتے

ہین وہ خوشی خوشی نہالیا کرین گے۔

طبی اصول کے مطابق بھی جلد کا روزانہ صاف کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس مین سر سے پاؤن تک مسام ہین جن مین سے پسینہ اور بیکار مادہ خارج ہوتا رہتا ہی جو روزانہ ایک دو تولہ سے کم نہین ہوتا۔ چون کہ پسینہ مین ایک قسم کی دہنیت ہوتی ہے جس سے یہ جلد سے چپکا رہتا ہے اوران سوراخون کو بند کر دیتا ہی اس لیئے اس سے خاص احتیاط سے ہر روز چھڑانا چاہیئے۔

صبح کے وقت ٹھنڈے پانی سے نہانا بچون کے لیئے نہایت مفید ہوتا ہے لیکن اگر صحت کمزور ہو یا جوڑون مین درد کی شکایت ہو یا بچہ سردی سے کانپنے لگے اور نیلا پڑ جائے تو اس صورت مین شیر گرم پانی استعمال کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر صحت اچھی ہو اور بچہ شروع سے عادی کیا گیا ہو تو غالباً اس کی ضرورت نہو اور اس سے اس کی عام جسمانی حالت اور نظامِ عصبی کو بہت فائدہ ہو۔ اس سے

سانس اچھی طرح لیا جاتا ہے دورانِ خون مین تحریک ہوتی ہے اور
زکام وغیرہ کی شکایت کم ہوتی ہے۔ طبیعت بشاش ہوجاتی ہے اور
ایک قسم کی فرحت اور مسرت پیدا ہوجاتی ہے۔ ہفتہ مین ایک دو مرتبہ
گرم پانی سے غسل کرنا بھی ضروری ہے تاکہ جسم اچھی طرح سے
صاف ہوجائے کیون کہ ٹھنڈے پانی سے مسام اچھی طرح سے نہین
کھل سکتے۔ لڑکیون کو ہفتہ وار سر دھونا چاہیے۔ سر کے بالون کے
استعمال کے لیئے جو برش ہون ان کو دوسرے تیسرے دن ضرور
دھو لیا جائے ورنہ اُن مین میل کچیل جم جائے گا۔ برش سخت بالون کا
ہو لیکن فولادی تارون کا ہرگز نہ ہو اور ارزان قسم کے برش بھی
استعمال نہ کرنے چاہئین۔ جب برش سے بال سُلجھ جائین تو پھر
ان مین کنگھی کی جائے اگر ایسا نہین کیا جاتا تو عموماً بچون کو تکلیف
ہوتی ہے اور بال بہت ٹوٹتے ہین ماؤن اور اناؤن کو اس بات
کی بہت احتیاط کرنی چاہیئے کہ کنپٹیون سے بال زیادہ نہ کھینچین

کیون کہ ان سے بال مشکل سے پیدا ہوتے ہین اور اکثر کم ہوتے ہین۔
اس لیئے جہان تک ہوسکے ان کی تربیت اور نشو ونما مین توجہ کی
جائے ورنہ ان کا سر گنجا سا معلوم ہوگا۔ بالون کے چمکدار اور صاف
رکھنے کے لیئے ضروری ہے کہ ان مین روز تقریباً پاؤ گھنٹہ تک
برش اور کنگھی کرنی چاہیئے۔ بچپن مین چند سال تک بالون کو اکثر
کاٹتے رہنا چاہیئے اس سے بال مضبوط اور لمبے نکلتے ہین بچون پر
اس بات کی سخت تاکید رکھنی چاہیئے کہ وہ کھانا کھانے سے پہلے
ہاتھ منھ اچھی طرح دھو لین۔ بالون کو درست کر لین اور ناخونون کو
صاف رکھین۔ اس مین گلیسرین یا اس کے عرقیات کو ہرگز استعمال
نکرنا چاہیئے کیون کہ یہ جسم کی تری کو جذب کر لیتے ہین۔ اور اس سے
خشکی پیدا ہو جاتی ہے گورے بچون کا رنگ زیادہ دھوپ مین چلنے
سے کچھ سانولا پڑ جاتا ہے اس کا سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ جب وہ
باہر سے آئین اسی وقت نیم گرم دودھ یا دودھ اور پانی ملا کر اس سے

ہاتھ منھ دھو ڈالین - اس سے جلد نرم اور رنگ صاف رہتا ہی -

ہاتھ پاؤن کا پھٹ جانا اس کی وجہ دورانِ خون کی کمی اور سست رفتاری ہے اسی وجہ سے خون جسم کے انتہائی کونون تک نہین پہنچتا یہ شکایت اکثر کمزور اور ضعیف الاعصاب بچون مین ہوتی ہے سردی مین دورانِ خون کو تیز کرنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ پیدل چلا جائے اور کسی قسم کی ورزش کی جائے -
راتون کو موزے پہنکر سوئین یا گرم تھیلیون کا استعمال کرین اور اس کو ریشمی یا اونی کپڑے پہنائے جائین اور اُس کے جوتیون کے تلے زیادہ موٹے ہون گھر کے باہر موٹے اُون کے دستانے پہنے جائین اور اگر ہاتھون کے پھٹنے کی شکایت ہو تو رات کو بھی انکو پہنکر سونا چاہیے ان احتیاطون سے غالبًا یہ شکایت کسی مقامی علاج کے نسبت زیادہ اچھی طرح دور ہو جاسے اگر زیادہ تکلیف ہو تو پھٹے ہوئے مقامات کے آس پاس دن مین کئی دفعہ مالش کرنی

چاہیئے۔ تاکہ خون کی حرکت تیز ہو جائے اگر اس سے بھی کچھ آرام نہ ہو تو طبی مشورہ لینا چاہیئے۔

سونا۔ ایام طالب علمی مین بچہ کے سونے کے اوقات بھی نہایت منضبط ہونے چاہیئین۔ اس زمانہ مین بچہ کو دماغی محنت کی تلافی کرنے کے لیئے اتنی دیر تک سوتی کی ضرورت ہے کہ آیندہ زندگی مین کبھی نہین ہو گی۔ ان کو عموماً چھ بجے سے پہلے جاڑون مین اور ساڑھے پانچ بجے سے پہلے گرمیون مین اُٹھانا چاہیئے تاکہ وقت پر نماز سے فارغ ہو کر دنیاوی کامون مین مصروف ہون۔ بعض بورڈنگ اسکولون مین جو یہ قاعدہ جاری ہے کہ علی الصباح بچہ کو اُٹھا کر ٹھنڈ مین نہار منھ مطالعہ وغیرہ پر مجبور کرتے ہین۔ والدین کو منتظمین مدرسہ سے مل کر اس کا انسداد کرنا چاہیئے۔ حقیقت مین وہ وقت اُن کے سونے ہی کا ہوتا ہے۔ اور اگر اس مین اُن کی تھوڑی سی رعایت کی جائے تو غالباً بہت مفید ہو اگر

بچہ سوتا ہو تو یہ خود ہی اس بات کی دلیل ہے کہ بچہ کو اس وقت سونے کی ضرورت ہے البتہ اگر وہ بیدار ہو گیا تو اُس کا اُٹھ جانا بہتر ہے ہندوستان اور دیگر نو آبادیون مین گرمی کے موسم مین دوپہر کے وقت بچہ کو تھوڑا سا آرام مل جائے تو بہت اچھا ہے۔ جو بچے بلند مقامات پر رہتے ہین جہان کم خوابی اور اعصابی شکایتین کثیر الوقوع ہین ان کو اطمینان سے کافی وقت تک سونا چاہیئے۔ اگر اس سے زیادہ تشریح کی ضرورت ہو تو یون سمجھنا چاہیئے کہ پانچ برس کی عمر کے بچہ کو چھ سات بجے سُلا دیا جائے۔ اور بارہ گھنٹے تک سونے دیا جائے اس کے بعد جون جون بچہ بڑا ہوتا جائے سونے کا وقت پیچھے ہٹا دیا جائے۔ یہان تک کہ دس برس کی عمر مین وہ آٹھ سے گیارہ گھنٹے تک سوئے تیرہ برس کی عمر مین نو بجے سو جانا چاہیئے اور ساڑھے دس گھنٹے سویا جائے اس کے بعد سولہ برس کی عمر تک ساڑھے نو بجے سوئین۔

بچون کو دائین بائین کروٹ پر سونے کی عادت ڈالنی چاہیئے

اوران کو کبھی اوندھا نہ سونے دیا جائے کیون کہ اس سے بے چینی اور بدخوابی ہوتی ہے۔ اگر بچہ کو ٹھنڈ لگتی ہو تو اس کو زیادہ بھاری کمبل یا لحاف اوڑھا دیا جائے۔ کمرہ گرم کرنے کے لئے کھڑکیان بند نہ کی جائیں۔ اگر بچہ کو سردی محسوس ہوگی تو وہ اپنے پائون سکیڑ کر سوئیگا۔ لیکن یہ مناسب نہین اسکو اتنا گرم رہنا چاہیئے کہ وہ اچھی طرح پائون پھیلا کر سو سکے۔ ایک اچھا تکیہ دو تین تکیون کی نسبت بہتر ہے۔ بچہ کا رخ کبھی روشنی کی طرف نہین ہونا چاہیئے اور اس بات کا انتظام کر لیا جائے کہ گرمیون مین وہ روشنی کی وجہ سے قبل از وقت بیدار نہ ہو جائے۔

سانس لینا سانس پر زندگی کا مدار ہے اور لبسا اوقات اُس کے اصول کی لاعلمی طرح طرح کی شکایتون کا باعث ہو جاتی ہے سانس لینے مین دو فعل ہوتے ہین۔ ایک یہ کہ اوکسیجن یا تازہ ہوا کو جسم مین داخل کیا جائے اور پھر جب وہ خون کا تصفیہ کر چکے تو اس کی ماہیت

بدل کر اُسے خارج کر دیا جائے۔ اس کے لئیے یہ امر ضروری ہے کہ جو
ہوا جسم مین داخل ہو وہ بالکل صاف اور پاکیزہ ہو صفائی کے لحاظ
سے ہوا مختلف قسم کی ہوتی ہے بلند مقامات کی ہوا نشیبی مقامات
کی نسبت اور قصبات کی ہوا بڑے شہرون کی نسبت زیادہ صاف
ہوتی ہے۔ لیکن جہان کہین کسی قسم کے جانور رہتے ہین وہان بالکل
صاف ہوا ہرگز نہین ہوتی اسی واسطے قدرت نے ہم کو ہوا کے صاف
کرنے کا ایک آلہ عطا کیا ہے جو ناک کے آخری حصہ مین واقع ہے۔
اس مین سے گزرتی ہوئی ہوا مٹی کے ذرات اور جراثیم سے پاک ہو جاتی
ہے اور خون سے چھوکر گرم ہو جاتی ہے اور یون جب وہ پھیپھڑون مین
پہونچتی ہے تو زیادہ عمدہ اور صاف حالت مین ہوتی ہے اس لئیے
یہ امر ضروری ہے کہ منھ سے سانس لینے کے بجائے ناک سے سانس
لینی چاہئیے۔ اگر اچھی طرح سانس لیا جائے تو اس سے یہ بھی فائدہ ہوتا ہے
کہ سینہ قوی اور کشادہ ہوتا ہے اور اس سے بچپن ہی مین مضبوط

ہڈی اور طاقتور گوشت کی بنیاد پڑتی ہے۔ مُنھ سے سانس لینے کی وجہ اکثر یہ ہوتی ہے کہ بے احتیاطی سے اکثر ناک کا راستہ بند ہوجاتا ہے اس لیئے بچون کو تاکید کرنی چاہیئے کہ وہ اچھی طرح ناک صاف رکھا کرین۔ یہ بھی مناسب ہے کہ صبح اور رات کو بچہ کو خوب لمبی لمبی سانسین لینے کی مشق کرائی جائے اگر چند دن ایسا کیا گیا تو ناک سے سانس لینے کی عادت ہوجائے گی۔ شروع شروع مین صرف تین چار مرتبہ لمبی سانس لینی چاہیئے اور ہر مرتبہ ہوا کو ذرا دیر سینہ مین رکھ کر خارج کیا جائے اس سے سینہ مضبوط اور فراخ ہوتا ہے گانے سے بھی یہی فائدہ ہوتا ہے اور تیرنے اور کشتی کھینے مین بھی یہی فائدہ ہے۔ جس بچے کا سینہ اور پھیپھڑا مضبوط ہے اور جو اکثر تازہ ہوا مین سانس لیتا ہے وہ اکثر قسم کی بیماریون سے بچ جاتا ہے۔

تازہ ہوا کی ضرورت بچہ کے لیئے جوان آدمی سے بھی زیادہ اہم ہے۔ جو بچہ ایسے کمرون مین سوتا ہے جن مین کوئی کھڑکی۔

نہین ہوتی وہ خراب اور زہریلی ہوا مین سانس لیتا ہے۔ جس سے
اس کا خون مسموم ہوجاتا ہے ایسے بچون کو زکام اور نزلہ وغیرہ کی
شکایت بھی جلد ہوتی ہے اور ان مین عام طور پر کسی قسم کی بیماری
اور خاص کر متعدی امراض کے دفع کرنے کی قابلیت کم ہوجاتی
ہے کیونکہ ان کے خون مین اکسیجن کی مقدار قلیل ہوتی ہے۔
اور یہی وہ چیز ہے جو دق، نمونیا وغیرہ مہلک مرضون کے جراثیم کو
دور کرتی ہے۔

اسی بنا پر دق کا سب سے بہتر علاج یہ سمجھا گیا ہے کہ اس کے مریض کو
کھلی ہوئی ہوا مین رکھا جائے۔ اسی طرح سے جو لوگ تازہ ہوا مین
رہتے ہین اُن کو عام طور پر زکام بھی نہین ہوتا۔ بچون کے کمرون کی
کھڑکیان گرمی اور سردی مین بیرونی ہوا کے درجہ حرارت کے لحاظ
سے دن رات مین ہر وقت کھلی رہنی چاہئین اور ضرورتاً صرف
اُس وقت بند کی جائین جبکہ بارش یا گرد و غبار کے آنے کا احتمال ہو

دروازے کھڑیون کا بدل نہین ہوسکتے کیون کہ گھرون کی ہوا
ان کمرون کی ہوا سے زیادہ صاف نہین ہوتی ۔جاڑون مین مکان
کو آگ جلا کر گرم کرنا چاہیئے کھڑکیان بند کرکے نہین ۔ اور بچے کا
بستر کھڑکیون سے ہٹا کر ایسی جگہ رکھا جائے جہان وہ تیز ہوا
کی زد مین نہ ہون دودھ کش بھی ہوا کے صاف کرنے مین مدد
دیتے ہین ۔ اس لیئے ان کو بھی کھلا رکھنا چاہیئے ۔ اگر سردی زیادہ
سخت ہو تو مناسب ہے کہ کھڑکیان ایسے وقت مین کھولی جائین ۔
جب کہ بچے کمرے مین نہ ہون تاکہ ہوا صاف ہوسکے ۔ بچون کو
شروع ہی سے اس بات کی تعلیم دینی چاہیئے کہ جس طرح وہ پھولون
کی خوشبو کو پسند کرتے ہین ویسے ہی اپنے کپڑون اور اپنے آس پاس
کی چیزون کی ذرا سی کثافت سے بھی متاثر ہون اس کے لیئے
قوت شامہ کی تربیت بھی نہایت ضروری ہے ۔

قوت باصرہ | ضعف بصارت کی شکایتین اکثر بچون مین پائی جاتی ہین

خاص کر مدرسہ مین داخلہ کے بعد۔ چون کہ نظر پر پہلے پہلے زیادہ
زور پڑتا ہے۔ اس لیئے یہ شکایتین زیادہ نمایان ہوجاتی ہین لہذا
اس زمانہ مین خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے اور اگر کچھ بھی شکایت
محسوس ہو تو فوراً بچہ کو کسی معالج چشم کے پاس لے جانا چاہیئے۔
کبھی کبھی تو یہ شکایتین بچہ مین موروثی ہوتی ہین لیکن ان کی زیادہ
وجہ یہ ہوتی ہے کہ نظر کو تھکانے کے متعلق عام قاعدون پر خیال
نہین کیا جاتا عموماً بچون کی نظر دوربین ہوتی ہے۔ اس لیئے جب
اُن کو ایسا کام کرنا پڑتا ہے جس مین پاس کی چیز کو دیر تک دیکھنا
ہو تو ان کی آنکھین تھک جاتی ہین۔ اسی لیئے زیادہ باریک حرفون
کا پڑھنا یا سینا یا کنڈر گارٹن کے بعض دستی کام چھ برس کی عمر
سے پہلے ہرگز نہ شروع کرائے جائین۔ اور کتاب کو آنکھون کے پاس
لا کر تو کبھی بھی نہ پڑھنا چاہیئے۔ آنکھون کی حفاظت کے لیئے ذیل کے
چند قواعد کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ بچہ کو تاکید کی جائے کہ پڑھتے وقت

کتاب آنکھوں سے ایک فٹ سے کچھ زیادہ دور رکھے دھندلی روشنی
مین دیدہ ریزی کا کوئی کام اُس کو نہ کرنے دیا جائے۔ جب وہ
کسی ایسے کام مین مصروف ہو تو روشنی اس چیز پر بائین جانب سے
پڑے زیادہ چکنے کاغذ کی کتابین اسے ہرگز نہ دی جائین اور اس کا
خط بہت صاف ہو اگر اسے پڑھنے کا بہت شوق ہو تو اس کو زیادہ
دیر تک مسلسل ہرگز اجازت نہ دی جائے۔ پڑھنے لکھنے مین جس
طریقہ سے وہ بیٹھے اُس کا بھی خاص طور پر لحاظ رکھا جائے۔ میز اور
کرسی کی اونچائی ایسی متناسب ہو کہ وہ اپنے کندھوں کو اونچا
یا نیچا کئے بغیر آسانی سے اپنے دونون ہاتھ میز پر رکھ سکے یعنی نہ میز
زیادہ اونچی ہو نہ کرسی زیادہ نیچی۔ وہ سیدھا بیٹھے اور پڑھنے لکھنے مین
سینہ پر زیادہ زور نہ دے ورنہ تکان نظر کے علاوہ کمر مین خم اور شانون
مین کجی پیدا ہو جائیگی اگر کسی بچہ مین مندرجہ ذیل باتون مین سے
کوئی بات پائی جائے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اُس کی بصارت ناقص ہے

اور اس کا فوراً علاج کرانا چاہیئے۔

اگر وہ باوجود تاکید کتاب کو بالکل اپنے آنکھون کے پاس رکھے یا اس کے برخلاف ایک فٹ سے بہت زیادہ دور رکھے۔

اگر وہ چیزون کو اچھی طرح سے پہچان نہ سکے یا اُن مین فرق نہ کر سکے۔

اگر وہ پڑھنے سے جلدی تھک جائے اور اس کی آنکھیں سُرخ اور نمناک ہوجائین۔

اگر وہ چیزون کی طرف گھور گھور کر یا تیوری چڑھا کر دیکھے یا اُس کی آنکھین روشنی سے زیادہ متاثر ہون۔

اگر وہ کسی سبب ظاہری کے بغیر درد اور دوران سر کی شکایت کرے یا اُس کو چیزین دھندلی نظر آنے لگین۔

اگر اس کی آنکھین اکثر دکھنے آجاتی ہون یا اُس کے پپوٹے سُرخ ہون۔

اگر مدرسہ مین بچہ کی کم توجہی یا کند ذہنی کی شکایت کی جائے تو
ماں کو ضرور خیال کرنا چاہیئے کہ اُس کے کان یا آنکھ مین تو کوئی
خرابی نہین ہے۔کیون کہ اکثر ان ہی مین سے کوئی وجہ مدرسہ مین بچہ
کی کم توجہی کا باعث ہوتی ہے اور اس کا فوراً تدارک ہونا چاہیئے۔
نظام عصبی۔ جس بچہ کے اعصاب کی کمزوری کا شبہہ ہو جو اکثر منہ بناتا
رہتا ہو جو سونے مین چونکتا ہو اور بے چین رہتا ہو جو ذرا سی بات پر
بہت زیادہ رنج یا غصہ کا اظہار کرے اُس کی نسبت اس بات کا
بہت خیال رکھنا چاہیئے کہ مدرسہ مین اس پر زیادہ دباؤ نہ ڈالا جائے
اور خاص کر گھر پر کرنے کا کام کم دیا جائے۔ ایسے بچہ کو کسی کام مین
مشغول رہنا چاہیئے۔ لیکن اُس کو زیادہ تھکنا نہ چاہیئے اسے کھانے
کی بھی بہت احتیاط ہونی چاہیئے کیون کہ اس کو صرف عمدہ خون
ہی کی ضرورت نہین ہے بلکہ اچھے مضبوط چربی کی بھی حاجت
ہے اس کی نیند کا بھی خاص لحاظ رکھا جائے ایسا بچہ دھندلی

روشنی مین زیادہ اچھی طرح سوئے گا خاص کر اس حالت مین جب کہ
اس کے شام کا کھانا بہت ہلکا اور زود ہضم ہو چون کہ ایسے بچون کا
دوران خون اکثر کمزور ہوتا ہے اس لیئے اُن کو ریشمی یا اونی لباس
جسم کے متصل پہننا چاہیئے۔ اور گھر کے باہر تازہ ہوا مین اچھی طرح
ورزش کرنی ضروری ہے۔ اگر ایسے بچے شہر مین رہتے ہون تو
ان کو وقتاً فوقتاً لمبی لمبی تعطیلین دے کر باہر بھیج دینا چاہیئے۔ ہمارے
تجربے مین ایسے بچے زیادہ بلند مقامات پر اچھے نہین رہتے۔
ان کے لیئے عموماً اوسط درجہ کی بلندی زیادہ بہتر ہوتی ہے۔

ریڑھ کی ہڈی۔ طالب علمی کی عمر مین اکثر لڑکیون کو ریڑھ کی ہڈی
کے جُھک جانے کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے اگر کوئی لڑکی زیادہ
دیر تک سیدھی نہ بیٹھ سکے اور درد کمر کی شکایت کرے تو اس کی ریڑھ
کی ہڈی کا احتیاط سے معائنہ کرنا چاہیئے اور اگر دونون شانون
مین کچھ بھی خم پایا جائے تو فوراً اس کا علاج کیا جائے اس مرض سے

بچنے کی سب سے اچھی تدبیر یہ ہے کہ ایسی لڑکی کو جسمانی ورزش کا زیادہ موقع دیا جائے اور شام کے قریب اس کو کسی آرام کرسی پر دیر تک لیٹا رہنے دیں - دن کو بھی جب وہ بیٹھے تو کسی چیز سے تکیہ لگائے اور جب وہ چلے تو بالکل سیدھی اور سینہ اُبھار کر چلے رسی پر کودنا بھی اس شکایت کے لیئے ایک اچھا علاج سمجھا گیا ہے ، اس لیئے مدرسہ میں پڑھنے والی لڑکیوں کو ضرور اس کی مشق جاری رکھنی چاہیئے -

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جب بچہ جلد ہی جلد بڑھتا ہے تو قوت نمو ہر حصہ میں یکسان جاری نہین رہ سکتی اس لیئے جسمانی نشو ونما کے زمانے مین دماغی قوتین اکثر خاموش ہوتی ہین ، اس وجہ سے اس زمانے مین بہت شاندار تعلیمی نتائج کی اُمید نہ رکھنی چاہیئے ، اس لیئے اگر بچہ پر عمدہ نتائج کا بار نہ ڈالا گیا ، اور خاص کر اُسے امتحانون مین شرکت کی تکلیف نہ دی گئی ، تو غالباً آگے چل کر اُس کی دماغی قابلیتین ، اور عملی کامیابیان بہت زیادہ نمایان ، اور

قابلِ تعریف ہون گی، یہ ایک واقعہ ہے، اور والدین خود اپنے
مُشاہدے اور تجربے سے اِس کی تصدیق کر سکتے ہین۔ کہ دُنیا
کے بعض سب سے اچھے، او نتیجہ خیز کام ایسے آدمیون نے کیئے
ہین جن کی زمانہ طالبعلمی کی رپورٹین اُن کے والدین کے لیے نہایت
مایوس کُن اور دل شکن ہوتی تھین۔ اور بہت سے ایسے بچے جو
مدرسون مین ہوشیار، اور ہونہار سمجھے جاتے تھے، اُنھون نے
بڑے ہوکر کوئی بھی مفید کام نہین کیا اِس لیئے ہماری رائے مین
والدین کو بچون کو طالب علمی کے زمانہ مین عمدہ نشوونما کی خواہش
کرنی چاہیئے، عمدہ نتائج کی نہین یعنی اُن کو اِس بات پر قانع
رہنا چاہیئے، اگر اُن کے لڑکے اور لڑکیان ایسے علوم کی تحصیل مین
مصروف رہین۔ جو اُن کی دماغی قابلیتون کو بڑھا دین، اور اِس
پہلو مین مفید ہون، خواہ اُن کا آیندہ مشغلہ کچھ ھی ہو۔

طالب علمی کے زمانہ مین زیادہ اعلیٰ درجہ کی تربیت | بعض وقت یہ دیکھا جاتا ہے کہ مائین بڑے بچون پر

اپنا ایسا اچھا اثر قائم نہین رکھ سکتین جیسا چھوٹون پر اِس کی ایک وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچون کے بڑھتی ہوئی دماغی ضرورتون اور بدلتی ہوئی کیفیتون کا صحیح اندازہ نہین کر سکتین ، اور وہ اُن کو ویسا ہی بچہ سمجھتی ہین ، جیسے وہ چند سال پہلے تھے ۔ اُن کو اپنی شفقت اور محبت کی وجہ سے یہ معلوم ہی نہین ہوتا کہ تیز رفتار زمانے نے اُن کے بچون کو عورت اور مرد بنا دیا ہے ، وہ ابھی تک محض اُن کی جسمانی ضروریات کے پورا کرنے کو کافی سمجھتی ہین ۔ اور یہ بات فراموش کر دیتی ہین کہ اب اُن کے مشاغل اور اُن کی دلچسپیان زیادہ وسیع ہو گئی ہین اور اُنکے لیئے زیادہ وسیع ہمدردی ، اور اچھی زبان ، اور صحیح مزاج فہمی ، کی ضرورت ہے ۔ امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مان اور بچہ کا مادّی تعلق کمزور ہوتا جاتا ہے ، شیر خوارگی کے بعد خارجی غذا دی جاتی ہے اور چند دن بعد اُس کے لیئے بھی مان کی چندان ضرورت نہین رہتی اور یون ہی

روز بروز ایک دوسرے کو باہمی ضرورت کم ہوتی جاتی ہے، اور آخر
بچہ ماں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ لیکن مادی تعلق جس قدر کم ہوتا
ہے، اخلاقی رشتہ اُسی قدر قوی ہوتا جاتا ہے جس دن کسی
ماں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوس کا بچہ ایک بہادر، قابل عزت، اور قابل
فخر شخص بن گیا ہے، کیا اُس کے زمانہ شیر خوارگی کی نسبت
اُس دن وہ اپنے سینہ مین زیادہ گہری، اور زیادہ قوی محبت، کا
احساس نہین کرتی۔

ماں! ماں بننے کے ساتھ ہی اپنی تمامی ذاتی غرضون کو
بھول جاتی ہے، اور اپنے تمام بہترین قواے دماغی، اور جسمانی
کو اپنے گھر کے انتظام، اور بچہ کی نگہداشت کے لیئے، وقف کر دیتی
ہے اور اُس کے لیئے یہ صفت نہایت ضروری ہے کہ وہ پوری
بے غرضانہ محبت کے ساتھ مضبوط، مطمئن، اور سنجیدہ مزاج رکھتی
ہو، اُس کی قوتِ فیصلہ وسعتِ نظر، اور وسیع ہمدردی کی قابلیت

بھی پوری تربیت یافتہ ہونی چاہیئے - غرض عام طور پر اُس کی جسمانی صحت، اور دماغی تربیت، نہایت اعلیٰ درجہ کی ہونی چاہیئے عام طور پہ ایک عورت کے لیئے یہ نہایت ہی مشکل کام ہے کہ وہ ایک دن مین اپنے تمام مختلف اور گوناگون فرائض کو اچھی طرح انجام دے سکے لیکن اگر وہ اپنے گھر کو، اپنے بچون کے لیئے عمدہ تربیت گاہ بنانا چاہتی ہے تو لازم ہے کہ وہ اپنے تمام فرائض کو اچھی طرح بجالائے اگر بچون کو شروع ہی سے صحیح طریقہ پر اُٹھایا گیا ہے تو غالباً مان کا کام آسان ہوگا لیکن پھر بھی جب ہر ایک بچہ اپنی شخصیت کا اظہار کرنے لگے گا، اور اُس کی طبیعت اپنی خصوصیت کو نمایان کرے گی، تو ہر ایک کی صحیح مزاج دانی، اور ہر ایک کے ساتھ سچی ہمدردی، قائم رکھنا آسان نہین ہے - دُنیا مین کوئی دو شخص بالکل ایک طبیعت کے نہین ہین، اور نہ دو بچے بالکل ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہین - بچہ کی صحیح تعلیم کا اصلی راز یہی ہے کہ اُس کی طبیعت کو

پہچان کر، اُس کے مطابق کارروائی کی جائے۔ اس لیئے اکثر ماؤن
کو اُس آمال اندیش خاتون کے قول سے اتفاق ہوگا جس نے مان بننے
کے بعد اپنے روزنامچہ مین یہ فقرہ لکھا تھا۔

"مین ایک غیر فانی چیز کی مان بن گئی ہون، اللہ مجھ گناہگار پر رحم کرے گا"

بعض لوگ تمام بچون کی طبیعت کے لحاظ سے دو قسمین کرتے ہین "
خاموش" اور "چلبلے" یا بالفاظ دیگر سوچنے والے، اور کام کرنے والے
لیکن اِن دو قسمون کی اور بے شمار چھوٹی چھوٹی قسمین ہین یہان تک کہ
حقیقت مین ہر ایک طبیعت کسی نہ کسی بات مین دوسری طبیعت سے
مختلف ہوتی ہے اس لیئے بچون کی تربیت کے کوئی عام اصول
نہین بیان کیئے جا سکتے، بلکہ ہر ایک بچہ کے مزاج کو سمجھ کر اُسی کے
مناسب علاج کرنا چاہیئے، مثلاً جو بچے چلبلے، بےچین، لاپروا، متلون،
لاف زن، اور بےٹھکانہ انداز، کے ہوتے ہین جو آسانی سے خفا ہو جاتے
ہین، آسانی سے من جاتے ہین جلد ہی سے کوئی عذر کر دیتے ہین۔

اُن کو حتی المقدور ناراض نہ کیا جائے لیکن اس کے ساتھ ہی اُن
کے تہذیب نفس کی کوشش کی جائے، اور اُن کی جوشیلی طبیعت کو
روک کر صحیح راستہ پر لگایا جائے۔ جو بچے زیادہ خاموش، زیادہ ساکن،
زیادہ سوچنے والے، اور زیادہ یاد رکھنے والے ہوں، جو آسانی سے کہنے
یا کرنے، کی قابلیت نہ رکھتے ہوں، جو دل میں رنجیدہ ہوتے ہوں،
اور مشکل سے معاف کرتے ہوں، اُن کو ترغیب اور تحریص دے کر
اپنے خیالات کے اظہار پر مائل کیا جائے۔ جو بچے زیادہ ذکی الحس ہوں،
اور آسانی سے افسردہ، اور مایوس ہو جاتے ہوں، اُن کے لیئے فرحت
بخش ماحول، اور دل بہلانے والے رفیق، اور دلچسپ مشغلہ کی ضرورت
ہے۔ تاکہ اُن کی فطری افسردگی کا تدارک ہو جائے۔ جو بچے زیادہ
محبت کرنے والے ہوں، جن کی قوت متخیلہ قوی ہو، جو جلد دوستی
پیدا کر لیتے ہوں، اور جلد ہی دوسرے خارجی اثرات سے متاثر ہو جاتے
ہوں، اُن کے لیئے بالخصوص زمانہ بلوغ کے قریب ماں کی محبت،

ہمدردی، رازداری کی بڑی ضرورت ہے۔ جو بچے زیادہ تیز مزاج، خود رائے، اور آزاد طبع ہوں، اُن پر سختی کرنے کے بجائے نرمی اور مہربانی سے اُن کی طبیعت کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ بعض وقت ماں سمجھتی ہے کہ اُسے کسی خاص بچہ سے زیادہ محبت، اور ہمدردی ہے اس کی وجہ غالباً یہ ہوتی ہے کہ اُس بچہ کی طبیعت اپنی ماں سے زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔ اور یہی یکسانی طبع ازدیاد محبت کا باعث ہوجاتی ہے۔ ایسی صورت مین دوسرے بچون کی حق تلفی، اور ایک کی رعایت کا زیادہ احتمال ہوتا ہے، بچے اس فرق کی وجہ تو نہین سمجھ سکتے لیکن اس بے انصافی کو ضرور محسوس کرتے ہین۔ اور اس سے اُن کی باہمی محبت مین فرق آجاتا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جو بچون مین ہم کو نہایت احتیاط سے روکنی چاہیئے۔ ماں کو سب بچون کے مزاج کے سمجھنے کی یکسان کوشش کرنی چاہیئے۔ اور جہان تک ممکن ہو سب بچون کو باہم محبت و پیار سے رہنے کی تاکید کی جائے۔ سب بچے ایک دوسرے

کے کھیل کام اور مشاغل مین برابر شریک ہون، اور خارجی دنیا کے
مقابلہ مین ہمیشہ بالکل متفق رہین اور کبھی ایک دوسرے کی غیبت یا
افشائے راز نہ کرین، اگر کبھی بچہ کو تنبیہ کی ضرورت ہو تو مان کو چاہیے
کہ تنہائی مین بچہ کو ہدایت کر دے ورنہ دوسرون کے سامنے اُن کی
عیب جوئی کرنا، اور اُن کو برا بھلا کہنا، نہایت ہی معیوب بات ہے۔
اور خاص کر اگر جوان لڑکیون کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جائے تو اُن کے
دلون سے بالکل مان کی محبت اور عظمت اُٹھ جاتی ہے۔ ہم خود ہی
اندازہ کر سکتے ہین کہ اگر ہم کہین مہمان جائین، اور وہان ہمارے
سامنے اس قسم کے ناخوشگوار خانگی جھگڑے بیان کیے جائین تو ہم کو
کیسا ناگوار ہوگا۔ یہ بھی بہت بڑی بات ہے کہ کسی ایک قصور وار بچہ
کے مقابلے مین کسی دوسرے بچے کو اپنا ہم رائے اور ہم خیال
بنایا جائے کیونکہ اس کے یہ معنی ہین کہ ایک بچہ کو حق دیا جاتا ہے
کہ وہ دوسرے کو سزا دے، اور اُس سے باہمی مخاصمت کی بنا پڑتی

ہے۔ چغل خوری کی عادت سختی سے روکنی چاہیئے، اور بچوں مین باہم کسی قسم کی بے انصافی یا بدمعاملگی جائز نہ رکھی جائے، ورنہ آگے چل کر یہی اُن کی عادت ہو جائے گی۔ آپس مین اُن کو کبھی ہرگز لڑنے نہ دینا چاہیئے، اور اِس قسم کے جھگڑے دونون فریقون کے بیان سن کر سنجیدگی اور سچائی سے طے کر دینے چاہئین۔ اور ہمیشہ بچون کی معقول پسندی سے کام لینا چاہیئے تاکہ ہر نئے تجربہ سے اُن کی یہ عادت راسخ ہوتی جائے، اس مین شک نہین کہ اِن باتوں کے لیے ماں کو، نہایت صبر و سکون، عقلمندی، اور ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا، لیکن اگر وہ اس میں کامیاب ہوگئی تو اُس کا صلہ بھی ایسا ہی شاندار، اور قابلِ قدر ہوگا اگر ماں بچوں پر سختی کرنے کے بجائے اُن کی اعانت، چاہے اُن سے جس بات کے لیے کہے، اُس کی وجہ سمجھا دے۔ اور حتی المقدور کسی غیر ضروری بات کے لیے نہ کہے تو وہ خود بخود ہمیشہ اُس کی اطاعت کرتے رہیں گے۔

بچوں کو یہ تعلیم دینی چاہیئے کہ وہ اپنی جسمانی صفائی پر خوش ہوں اور دنیا کے سامنے خوبصورت، اور خوشنما بن کر آئیں۔ اس سے اُن میں عزتِ نفس کا احساس بھی پیدا ہو گا۔ اس طرح خوش ہونے میں اور نخوت میں بڑا فرق ہے جس کو صحیح تربیت یافتہ بچے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں پابندیٔ وقت اور باضابطگی کی تعلیم بھی ہونی چاہیئے۔ بچوں کو یہ سمجھانا چاہیئے کہ ایسی عدم پابندی اوقات جو دوسروں کے آرام میں مخل ہو حقیقت میں ایک خودغرض کا کام ہے۔ اکثر بچوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ چیزوں کو اِدھر اُدھر بکھیر دیتے ہیں، اس کی شروع ہی سے روک تھام کرنی چاہیئے اور اُسے اس بات کا خوگر کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے کھلونوں اور اپنی کتابوں وغیرہ کو احتیاط سے الماری میں رکھ دے، اس سے وہ چیز بھی محفوظ رہے گی، اور کمرہ بھی خوشنما معلوم ہو گا۔

لڑکا — لڑکوں کو ہمیشہ بے غرضی، حلم اور رعایت کی تعلیم دینی چاہیئے

وہ اپنی والدہ اپنی بہنوں اور، اور عورتوں کے ساتھ نہایت اخلاق
اور تہذیب سے پیش آئے کیونکہ آیندہ زندگی میں اُس کا لباس، اور
اُس کا پیشہ کچھ ہی ہو لیکن اصلی شرافت کی سب سے بڑی علامت یہی
ہے ذاتی عزت کا معیار بہت بلند رکھا جائے، اور مردانہ دلیری کے ساتھ
رقیق القلبی کی ہدایت کی جائے۔ اس کے لیے ان کو ترغیب دینی چاہیے
کہ وہ چھوٹے بچوں سے زیادہ محبت کریں، جو لڑکا چھوٹے بچوں
کو ڈرانے، دق کرنے اور چھیڑنے سے خوش ہوتا ہے اُس کی سچی
مردانگی کبھی بیدار نہیں کی گئی، اور جو لڑکا کتوں کو بلی کے پیچھے لگا دیتا
ہے۔ یا اپنے کتوں اور گھوڑوں کو بیدردی سے مارتا ہے، اُس
کو کبھی ظلم کی بُرائی نہیں سمجھائی گئی، اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اصلی بہادری
دوسروں کی محافظت سے معلوم ہوتی ہے، اپنے سے کمزور کو ستانے
میں نہیں پائی جاتی۔ ماں کو چاہیے کہ وہ معقولیت سے اُس کو یہ باتیں
سمجھا دے۔ اگر اُس نے حد سے زیادہ نرمی، اور پیار سے کام لیا تو

لڑکے کے دل میں یہ خیال اور بھی راسخ ہو جائے گا۔ کہ سب عورتیں کم زور اور ضعیف ہوتی ہیں، جو ایسے رحم کی محتاج ہیں جو محبت کے بجائے حقارت سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔ اس زمانے میں ماں اپنے طرزِ عمل سے لڑکے پر اپنا اثر قائم رکھ سکتی ہے یا زائل کر سکتی ہے، اس لئے اُسے چاہیئے کہ وہ اپنی معقول پسندی، اور متانت، کا سکہ اُس پر جما دے، اور اُس کے ہر ایک کام، اور کھیل، میں دلچسپی لے تاکہ وہ اس کو اپنا سب سے زیادہ عزیز دوست سمجھنے لگے، اور سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ وہ ذرا ذرا سی بات میں اُس کو تنبیہہ، اور سرزنش کرنے سے پرہیز کرے۔

لڑکی | کہا گیا ہے کہ مرد سوچتا ہے، اور عورت محسوس کرتی ہے۔ اگر یہ بات درست ہے، تو ہمارے خیال میں تکمیلِ اخلاق کے لئے عورت میں تفکر اور مرد میں احساس کی قابلیت پیدا کرنی چاہیئے۔ لڑکی کی تربیت میں اُس کے اخلاق کا نصب العین یہ ہونا چاہیئے

کہ اُس میں سنجیدگی، اور متانت سے سوچنے، اور فیصلہ کرنے کی قابلیت پیدا ہو، اُس کی نظر وسیع ہو، اُس کے تمام کام، اور خیالات، اچھے، عقلمندانہ، اور آزادانہ ہوں، اور وہ ہر طرح سے قابل اعتماد ہو۔ یہ سب باتیں دماغی تعلیم کے علاوہ اس طرح پیدا ہو سکتی ہیں، کہ اُن کا تمام وقت اچھے مشاغل سے پُر ہو۔

قوائے دماغی کی نشو و نما، اُن کے استعمال سے ہوتی ہے، ورنہ وہ بھی اعضائے جسمانی کی طرح بیکار پڑے رہنے سے، کم زور اور سست ہو جاتے ہیں۔ جو لڑکی کسی کام کے متعلق یہ کہتی ہے کہ مجھ میں اسکے سوچنے کی قابلیت ہی نہیں ہے، اُس نے حقیقت میں کبھی سوچنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اور وہ جتنی بڑی ہوتی جائیگی اُسی قدر اُس کو سوچنے میں دقت بڑھتی جائے گی۔ حالاں کہ آیندہ زندگی میں خواہ اُس کا کام کچھ ہی کیوں نہو، لیکن اُس کا خاص مقصد، یعنی آیندہ نسل کی تربیت، اور تعلیم اِن ضروری خوبیوں

سکے بغیر نا ممکن الحصول ہو۔ سب سے زیادہ خوش، وہ لڑکی رہ سکتی ہے جس نے بچپن ہی سے اس رازِ زندگی کو سمجھ لیا کہ اصلی مقصد بہت زیادہ محبت کرنا نہیں ہو، بلکہ بہت زیادہ کام کرنا۔ اگر وہ اپنے مدرسہ سے نصب العین لے کر جائے گی تو وہ غالباً اس ہیجانی و تشویش سے بچ سکیں گی جس میں اکثر ایسی لڑکیاں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ جو مدرسہ سے نکلتے ہی شادی کے ذریعے ایک تغیر، اور مقصد زندگی، پیدا نہیں کر لیتیں یہ وہ زمانہ ہو جب کہ جوانی کا جوش، اور طاقت، اور شوق، سب ملکر کام کو آسان اور دلچسپ بنا دیتے ہیں، اس زمانہ میں کسی نصب العین کا مقرر کرنا اور پوری توجہ سے اس کو حاصل کرنے کی کوشش ممکن ہو جو آئندہ کبھی نہیں ہو سکتی۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود بھی اکثر لڑکیوں کے لیے انکی زندگی کا یہی وقت سب سے زیادہ رائگاں، اور پریشان کن ہوتا ہے اکثر ذاتی تجربہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ عموماً لڑکیاں گھر میں زیادہ خوش نہیں نظر آتیں، اور نہ ان کے تعلقات انکی

ماؤں سے ایسے اچھے ہوتے ہیں، جیسے کہ ہونے چاہئیں۔ اسکی وجہ ایک حدتک یہ بھی ہے کہ مائیں یہ نہیں سمجھتیں کہ جس قسم کی آزادی لڑکیاں دانستہ یا نادانستہ چاہتی ہیں وہ اس طبعی ضرورت پر مبنی ہے کہ وہ کسی نہ کسی مفید کام میں مصروف ہوں زندگی اسی وقت تشفی بخش ہوسکتی ہے جبکہ کوئی اس کا مدعا ہو۔ اور گھر کے معمولی کام کاج مثلاً سینا، پرونا، یا، پڑھنا لکھنا، یا خرید و فروخت، یا معمولی دوستوں سے ملاقات اس مدعا کو پورا نہیں کرسکتیں۔ خاص کر جبکہ گھر میں اور بھی چند لڑکیاں ہوں، غالباً کتخدائی اس کے لئے سب سے زیادہ مفید اور موزوں چیز ہے۔ لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کے لئے لڑکی کو تیاری کی ضرورت نہیں ہے۔ یا اس کے واسطے کسی قسم کی شاگردی کی حاجت نہیں۔ یقیناً بہترین بی بی وہ ہے جو اپنے شوہر کی بہترین رفیق اور مددگار ہو۔ لیکن غیر تعلیم یافتہ اور ناتربیت یافتہ عورت کبھی بھی ایسی نہیں ہوسکتی، لیکن ممکن ہے کہ بعض عورتیں

اس اصلی مدعا سے محروم رہیں، اور ان کو حالاتِ زندگی کسی اور طریقہ سے پھر زندگی بسر کرنے پر مجبور کریں۔ اس لیے مناسب ہے کہ اگر بچپن میں شوق ہو تو ان کے طبعی میلان کے مطابق ان کو کوئی مناسب علم یا فن سکھایا جائے۔ تاکہ وہ آیندہ زندگی میں کسی دوسرے کی دستِ نگر نہ ہوں لیکن لڑکی خواہ کچھ ہی کام کیوں نہ کرے ماں کو چاہیے کہ یہ بات اچھی طرح اس کے ذہن نشین کر دے کہ وہ اپنے کام میں پوری دسترس اور کامل مہارت بہم پہونچائے خاص کر موسیقی۔ ادبیات، اور فنونِ لطیفہ، اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ اس کمی سے اکثر عورتوں کا کام ناقص اور خام سمجھا جاتا ہے اور مفید کاموں میں عورتوں کے مناسب حال حسبِ ذیل کام کیے جا سکتے ہیں۔

طبابت، تیمار داری، اصولِ تعلیم، کنڈرگارٹن، بچوں کی تربیت باغبانی، کھانا پکانا، مرغیاں وغیرہ پالنا، گھر کا انتظام وغیرہ،

اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ لڑکیوں کی تعلیم کا مدعا کسب معاش ہی ہو۔ بلکہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ جو کچھ کام کریں وہ ایک مفید اور دلچسپ مشغلہ ہو جس کو وہ اپنا مدعائے زندگی بنا سکے۔ اور جس کے ذریعے سے ان کو اس بات کا اطمینان رہے کہ اگر ضروریاتِ زمانہ اُن کو مجبور کریں گی تو وہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح کسی کی دستِ نگر نہ ہونگی۔ مدرسہ چھوڑنے کے بعد لڑکیوں کو بھی ہر قسم کی سیر و تفریح کی آزادی ہونی چاہیئے، کیونکہ آیندہ زندگی میں ان کو اس کا موقع بہت کم ملے گا لیکن اس کے ساتھ ہی کسی خاص کام میں حد سے زیادہ انہماک بھی عورتوں کے لیئے خطرناک ہے۔ خاص کر جبکہ وہ کسی قسم کا دماغی شغل ہو اس لیئے ماؤں کو ہر پہلو سے اعتدال اور میانہ روی کی تاکید کرنی چاہیئے۔

تعلیم یافتہ لڑکیاں اپنے فرصت کے وقت میں بہت سے مفید کام کر سکتی ہیں۔ مثلاً وہ غریبوں کے بچوں کی تربیت میں سلطنت کا

ہاتھ بٹا سکتی ہیں اس کے لیے تھوڑی سی محبت اور ہمدردی
اور بچپن کی عام ضرورتوں اور احتیاطوں اور غربا کی حالت سے
جاننے کی حاجت ہے۔ اس کے ضمن میں وہ غریب بچوں کی ماؤں کو
بھی بہت کچھ سکھا سکتی ہیں۔ ہمارے خیال میں تعلیم یافتہ لڑکیاں
اپنی فرصت میں اس سے بہتر کوئی کام نہیں کر سکتیں۔ انگلستان
اور امریکہ میں بہت سی اس قسم کی انجمنیں ہیں جو غربا کے بچوں کی
اصلاح اور تربیت کا بندوبست کرتی ہیں۔

مدرسہ چھوڑنے کے بعد لڑکیوں کو اپنے گھر میں انتظام خانہ داری
کا عملی سبق اپنی ماؤں سے حاصل کرنا چاہیے۔ گھر کا آمد و خرچ
اجناسِ خوردنی کا انتخاب اور نرخ، اُن کے خریدنے کے موسم
اور اُن کے رکھنے کی احتیاط یہ سب باتیں اپنے گھر میں سیکھنی چاہئیں
گھر کی صفائی، سینا، پرونا، اور کپڑے دھونا یہ ایسی ضروری باتیں
ہیں جن کو ہر لڑکی کو جاننا چاہیے۔ لذیذ اور صحت بخش کھانا پکانا بھی

ایک ضروری ہنر ہے، اس میں لڑکی کو ماہر ہونا چاہیئے۔ اس کے ساتھ بچوں اور مریضوں کی غذاؤں کا پکانا بھی سیکھنا چاہیئے۔ میز کا آراستہ کرنا، کھانوں کا چننا، اور مہمان کو کھلانا بھی اُن کے فرائض میں شامل ہے، نوکر و آقا، کرایہ دار اور مالک مکان کے باہمی تعلقات اور قواعد بھی اُن کو جاننے چاہئیں۔ بچوں کی پرورش اور بیماروں کی تیمار داری کے جو قواعد انھوں نے مدرسہ میں پڑھے ہیں ان کی عملی مشق اُن کو اپنے گھر پر کرنی چاہیئے۔ اور جو عورت ان سب باتوں کا خیال نہیں رکھتی وہ اپنی ساری عمر ہر ایک کام کو گڑبڑ کرتی رہتی ہے۔ عمدہ کتابوں کا مطالعہ بھی قوائے دماغی کو نشو و نما کے لئے مفید و ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی اگر موقع ملے تو اُس کو سیر و سیاحت بھی کرنی چاہیئے۔ لیکن اس کے لیئے یہ شرط ہے کہ وہ چشم بینا اور گوش شنوا رکھے۔ طالب علمی کا زمانہ صرف مدرسہ ہی تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت میں مدرسہ چھوڑنے کے بعد

شروع ہوتا ہے۔

اس میں عمدہ طور پر گفتگو کرنے کی قابلیت ہونی چاہیئے۔
اور وہ جس مضمون پر گفتگو کرے اُسکی بابتہ اس کے خیالات محض
سطحی نہ ہوں، اور وہ صرف دوسروں کی رائیں دہرا دینے پر اکتفا
نہ کرے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہم کو غیروں
کے سامنے اپنے تمام اصلی خیالات کو ظاہر کرنا نہیں چاہیئے۔ اخلاقی
تسلیم کا نہایت ضروری جزو مذہبی عقائد ہیں جو حقیقت میں
اُن کا سنگِ بنیاد ہوتے ہیں۔ اِس کے متعلق ہم ماؤں کو
کسی قسم کی ہدایت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

لیکن ہر ایک عقلمند ماؤں کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کے دل
میں چند اصلی اور بنیادی صداقتیں جما دے۔ اور جہاں تک
ہو سکے مختلف عقیدوں اور جزوی باتوں کو چھوڑ دے۔ کیوں کہ
یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بچپن صرف ماں بننے کا زمانہ ہوتا ہے غور و فکر

اور نکتہ چینی کا زمانہ آیندہ آنے والا ہو اُسے چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں
کو یہ سمجھا دے کہ ہر شخص کا مذہب اُس کے ذاتی عقیدوں کے مجموعہ کا
نام ہے، اور اُس کے متعلق دوسروں سے خواہ مخواہ جھگڑنا اور اُن سے
زبردستی منوانا کسی طرح مناسب نہیں، بلکہ ہر شخص کو اس بارہ میں آزاد
و خود مختار ہونا چاہیئے۔ اُس کو چاہیئے کہ وہ روزمرہ کی چیزوں میں،
اُن کو اللہ کی قدرت وصنعت کا تماشا دکھائے جس میں نہ کسی قسم
کی عجلت ہے نہ سکون ہے نہ تکان ہو نہ انقطاع ہے انہیں کے ذریعہ
قدرت کے اعجاز و تناسب اور محبت کا سبق سیکھ سکتے ہیں۔
اس طرح اُن کو رفتہ رفتہ فرویل کے اس قول کی تصدیق کا موقع
ملے گا کہ:

"ہم ایسے درختوں کے مانند ہیں، جن کی جڑیں زمین
کے تاریک گوشوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ لیکن جن کی
شاخیں آسمان کی تازہ ہوا میں لہراتی ہیں۔"

بہرحال خواہ ماں کے ذاتی عقیدے کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن وہ اپنے بچوں کو یہ بات سمجھا سکتی ہے کہ خدا کوئی مبہم اور مشتبہ تصور نہیں، بلکہ ہمارا وہ پروردگار ہے جس کی قدرت سے ہم زندہ ہیں۔ اور حرکت کرتے ہیں۔ اور جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔